جمہوریت	• لادینیت • معیشت پرستی
حقوقِ انسانی	• انسان پرستی • فطرت پرستی
اسلام	• خدا پرستی • توحید

اسلام اور جمہوریت : سیاسی و دینی پس ِ منظر

کیا جمہوریت و اسلام ایک ہیں ؟
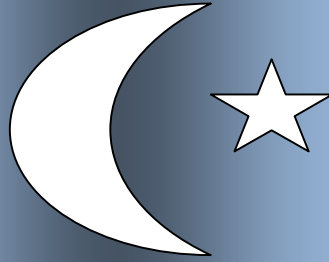
از

پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری ؒ

جامعہ کراچی دارُالتحقیق برائے علم و دانش

Karachi University Research Forum

تعارف

پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری ایک عظیم الشان عالم فاضل اور نابغہ روزگار فرد تھے جس مضمون پر لکھتے الم نشرح کرکے چھوڑتے ،بہاولپور میں بدعت و اور بدعات کے خلاف انکی خدمات جامعاتی اور مسجدی دونوں ہی سطحوں پر مسلم ہے انکے خظبات و رسایل انکی قابلیت کا منہ بولتا نمونہ ہیں۔

دلیل پر سوالات و استفسارات کے جواب دینا اور اتنے أسان و عام فہم انداز میں دینا کے سامنے والا سمھ جائے انکا طرہ امتیاز ہے ،سلفی نہج کے عالم ہونے کے ساتھ و ادیان عالم اور فرقہ ہائے اسلام کے مباحث پر کلی عبور رکھتے تھے ،اللہ کی ذات و صفات پر اشکالات ہوں ،متشابہ و محکم أیات و دلائل و مسایلوں سب کو ہی وہ بڑی دقیق سنجی سے دیکھتے اور پھراشکالات رفع فرمادیتے تھے۔
جنہونے انکی جامعہ بہاولپور (؟) میں لیکچرز اور مسجد میں خطبات سنے ہیں وہ ہی انکے قد و قامت کا اندازہ کرسکتے ہیں ۔انکا یہ تعارف کیا کم ہے کے جماعت و دعوہ کے امیر حافظ سعید صاحب انکے تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ انکے بھانجے اور داماد بھی ہیں پروفیس ظفر اقبال کو بھی انکے تلمیذ ہونے کا اعزاز حاصل ہے ۔

اپنے دور میں جب انھونے علما کا جمہوریت کے طرف جھکاو اور طاقتی توازن میں اپنا حصہ ڈالنے کی روش دیکھی ،ایون ِ نمائندگان میں سیاسی جماعتیں بنا کر اُنھیں حصہ لیتا دیکھا ،پھر بھٹو صاحب کا علما سے سیاسی تعلق دین کو استعمال کرنا اسلامی جمہوریت اور اشتراکیت کے انکے منصوبے اور حکمت عملی دیکھی بعد ازاں نظام مصطفیٰ تحریک میں انکا عجیب کھیل اور جمہوری دعوے اور قربانیوں کے بیانا ت دیکھے تو وہ بھی احسان الہی ظہیر کی طرح ان مور پر گرجے برسے ،خطوط میں ،تحریروں میں ،بیانات،و خطبات میں انکی علمی کمزوریاں عیاں کیں ،اس تحریر میں أپ کو وہ سب اختصار سے نظر أئیگا ۔

ہمارے المیہ یہ ہے کہ تھریک پاکستان میں اکثر رہنما چونکہ برطانوی قوانین اور نطام کے خام تربیت یافتہ تھے اور ان میں سرکاری خطاب یافتہ،سرکاری ملازمین،جج و وکلا عام تھے تو انکا اثر شروع سے زیادہ تھا برطانویوں نے یہا ں بتدریج لنگڑی لولی مربیانہ ،أقا و غلام والی جمہوریت رائج کی اور جو کچھ حد تک ۱۹۳۷ سے چلنا شروع ہوئی اس سے قبل وائسرائے ایگزیکٹیو کونسل کے اشرافی اراکین کا تعین کیا کرتا تھا اگر چہ کچھ حد تک ۱۹۰۹، اور ۱۹۱۹ میں کچھ مقامی افراد کو رستہ ایوان قانون ساز میں دیا گیا تھا ، مگر ان پر بہت زیادہ تحدیدات قایم تھیں ۔

اب جب اسے یہاں چلنے والی تحریکوں اور جنگ عظیم کے دوران اپنی کمزوریوں اور عالم سطع پر امریکی یہودی قوتوں کے نمایاں ہونے کا اندازہ ہوا اسکو اس خطے کو أزادی دینی پڑی ۔مسلم لیگ نے علما اور جاگیرداروں ،پیروں کے دم پر انھیں استعمال کرکے أزادی تو لے لی لیکین وہ کسی مستقبلی منصوبہ بندی،اہداف اور ریاستی ڈھانچہ کی بابت واضح موقف عیاں نہیں کرسکی اور بعد ازاں اقتدار کی جنگ میں دن بدن مقبولیت بھی کھوتی گئی اور اسلام سے بھی دور ہوتی گئی۔

جماعت اسلامی ،جمیعت علمائے اسلام اور جمعیت علمائے پاکستان سب نے جمہوریت کو اپنے اپنے علما کی شرکت کے ذریعے مشرف بہ اسلام کرنے کی کوشش کی مگر حقیقت یہ ہے کے یہ سب أج بھی جمہوریت کی علمی،تاریخی،نفسیاتی اور سماجی ماہیت اور اہداف کو نا سمجھ سکے اور نا انھونے سمجھنے کی کوشش کی ہے ۔

لفظ جمہور ،اکثریت اور اقلیت کو علمی و مغربی پسِ منظر سمجھے بغیر منجد اور قاموسِ محیط یا أکسفورڈ انگریزی لغت،ایون میں حاصل کردہ جمہوری سیاسی تربیت کی نگاہ سے ہی دیکھا گیا ہے ۔

،یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ بس اکثریت حکومت بناتی ہے اور اگر کم ووٹ لے کر حکومت کا حصہ بننا ہے تو اتحاد کر لو ،ایک أدھ وزارت و مشاورتی کرسی حاصل ہو جائگی،یہی انکی نظر میں اسلام ہے اور قرادار ، مقاصد کو دیباچہ کا حصہ بنا کر ہم نے اسلام کے لیے بس

سب سے بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔

اللہ کا ملک اور غلام مخلوق اب اللہ کو ہی ایک قرادار پر اتفاق کرکے اسکا أئینی حق تفویض کرتے ہیں کلمہ شہادت مسلمانوں کو اسلامی ملت کا شہری اور انسان کو اسکا عبد و غلام بنانے میں ناکام رہے ہیں اور سیاسی ملا کامیاب رہے ہیں ۔

حدود ،قصاص،جنایات،اسلامی،معاشی قدریں،سود سے پاک نظام،مساجد و مزارات کا ریاست کے ذیل چلایا جانا ،بدعات و شرک کا انسداد،مسلم شخصی و فوجداری قوانین کا نفاذ ۔

عدالتی و قضائی نظام کچھ انکے پیش نظر نا تھا اور یہ سب انکی جمہوری رواری ،اور ایوان میں پزار سال تک کبھی نا حاصل ہونے والی اکثریت پر کامل اعتماد کا غماز ہے۔

انکو جمہوریت کے طفیل قدم قدم پر اللہ کی جگہ شیطانوں سے مفاہمت کرنی پڑتی ہے ،اس میں حصہ لینا پڑتا ہے ،جس ایوان میں وہ بیٹھتے ہیں وہیں وہ مدارس پر قدغن لگانے کا عمل معمولی مذاہمت کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں توہینِ رسالت،ہم جنسیت پر خاموشی اختیار کرتے ہیں ،ایم۔پی۔اے اور ایم۔این ۔اے ہاسٹل میں شرابی اور حرامی اراکین کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے انحرافات پر ایک گواہی اور بیان نہی دیتے۔

شعبہ سیاسیات کا ایک طالب علم بھی جمہوریت کے فوائد کے ساتھ نقصانات کی طویل فہرست سے أگاہ ہے مگر یہ اس سے بھی غیر

واقف ہیں ،انھیں اربابِ حل و عقد اور نمایندہ جمہوریت کے مابین فرقِ نازک کی تفہیم بھی صحیح حاصل نہی اب یہ کانٹ،لاک،روسو،مل،بینتھم،أسٹن ،بلیک،مارکس ،گارنر ،لاسکی،رالز،ہیبر ماس،فوکالٹ،کامیو،ڈی لیوزے کو کیا جانیں گے۔
ہر مولوی قریباً جمہوریت کی ایک تعریف دہراتا ہے جو ابراہم لنکن کا قول ہے،حلانکہ لنکن ایک غلامی سے پاک ،سرمایہ دارانہ ،سودی حرکی،برقی مشین پر مبنی جمہوریت کے لئے لڑ رہا تھا۔اس نے جمہوریت ورثہ میں پائی ہی نا تھی بلکہ اس نے جمہوریت کی ایک نئی علمی تخلیقی صنف کی بھی طرح ڈالی اس نے عیسیٰؑ اور تالمود سے کوئی جمہوریت اختراع نہی کی تھی اس نے مے فلاور پیکٹ،نوأبادیاتی نظام اور فیڈرلسٹ جمہوریت کو نئے رنگ سے وائٹ ہاوس میں لگایا و چمکایا تھا ۔
ہمارے پاکستانی بھی انجانے میں اور مفاد میں ڈوب کس ایسا کر رہے ہیں ہم کسی بادشاہت اور نسل پرست حکومت ،یا فوجی أمریت کے حامی نہیں ہیں ،وہ دور گزر گئے جب اعلیٰ نسل حکمرانی کرکے بے وقوف بنایا کرتی تھیں ہم تو اللہ کو أقا ،نبی اکرم ﷺ کو انکا نبی ،رسول ،شارع اور اپنا مرشد مانتے ہیں اور خود کو غلام ابن غلامِ الٰہی جانتے ہیں۔
یہ واضح رہے کے کسی کو پسند سے چن کر حاکم بنانا ،عوام کا متفق ہونا،تائید کرنا ،مشورۂ دینا الگ امر ہے اور جمہوریت ایک الگ امر

ہے ،کیونکہ جمہوریت تو ایک مکمل انتخابی نظام ہے جس میں حد درجہ تفاوت اور نظریاتی تضاد ہے ،اسکے ساتھ لاتعداد غیر فطری مفاد پرست عقاید جڑے ہیں ،جمہوریت اصل میں سرمایہ داری کی لونڈی کا نام ہے ،جس نے تضاداتِ علمی کو رواداری،حریت پسندی ،اور تکثیریت سے سنبھالنے کی کوشش کی ہے ۔

جمہوریت ایوان نمائندگان کے لئے ایک نیا سرمایہ تخلیق کرکے ایک نئی طبقاتی طرح ڈالتی ہے جس میں عا م أدمی ضمیر بیچ کر اس درجہ پر پہنچتا ہے اور پھر غربت کے طرف دیکھنے سے بھی ڈرتا ہے ،جنکو ورغلا کر أتا ہے انکو ہی وہ اب خود کا خادم ،چاپلوس اور غلام بنا لیتا ۔جنھونے انتضار حسین کا کایہ کلپ پڑھا ہو وہ اس کیفیت و ماہیت کو صحیح سمجھ سکتے ہیں،حافظ صاحب کی یہ تحریر عقل والوں کی بلا محنت أنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے ۔

والسلام

محمد علی جنید

ریسرچ اسکالر ،شعبہ سیاسیات۔جامعہ کراچی

	مضامین	عددِ صفحات
1.	جمہوریت اسلامی کیسے ؟	۳
2.	جمہوریت اسلام کی نظر میں	۲۳
3.	مسلمانوں کے قول وعمل میں تضاد	۲۴
4.	اسلام سے محرومی کی وجہ	۲۵
5.	مغرب کی تقلید کا نقصان	۲۶
6.	اسلامی جمہوریت کا مرکب	۲۷
7.	اسلامی جمہوریت کہیں کامیاب نہیں	۲۹
8.	جمہوریت کیا چیز ہے ؟	۳۱
9.	جمہوریت شرک و کفر ہے	۳۳
10.	اسلامی جمہوریت اور اسلامی نظام کا فرق	۳۴

11.	جمہوریت مغرب کی کج فکری پر مبنی ہے	۳۶
12.	جمہوریت کسی صورت بھی اسلام کا سیاسی نظام نہیں ہو سکتی	۳۷
13.	بہت بڑا مغالطہ	۴۰
14.	اسلامی جمہوریت ایک بہت بڑی شرکیہ بدعت ہے	۴۳
15.	اسلام اور جمہوریت میں فرق	۴۷
16.	اسلام اور جمہوریت میں فرق	۵۱
17.	مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کے نام	۵۷
18.	مفتی محمود اور اتحادیوں کے نام	۸۷
19.	مفتی محمود صدر قومی اتحاد کے نام	۸۹

نمبر	عنوان	صفحہ
20.	مفتی محمود کی پریس کانفرنس کا جواب	۹۳
21.	ہوریت پاکستان کی بیماری ہے اور اسلام اس کی صحت و سلامتی	۹۴
22.	مغربی جمہوریت کو اسلامی کہنا شیطانی اثر ہے	۹۵
23.	جمہوریت کیوں کفر ہے	۹۵
24.	حکومت کا حق اللہ کے سوا کسی کو دینا شرک و کفر ہے	۹۶
25.	الیکشن حرام ہیں	۹۶
26.	اعتراض کا جواب	۹۷
27.	الیکشنوں کا مقصد	۹۷
28.	اول پور کی اہل حدیث جماعت میں الیکشنوں کے خلاف مہم کیوں شروع کی ؟	۹۸

29.	مفتی صاحب! فتویٰ دیں	۹۹
30.	مفتی صاحب کا حال عوام کا سا ہے	۱۰۱
31.	مفتی صاحب کو مغالطہ	۱۰۱
32.	مفتی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں	۱۰۲
33.	جمہوریت اور اللہ کی حاکمیت جمع نہیں ہو سکتے	۱۰۲
34.	فتی صاحب کو یہ پتا نہیں کہ جمہوریت کہتے کسے ہیں ؟	۱۰۳
35.	جس ملک کا دستور و قانون عوام کے ہاتھ میں ہو وہاں مغربی جمہوریت ہی ہوتی ہے	۱۰۳

36.	جمہوریت انگریز کا ورثہ ہے	۱۰۴
37.	جمہوریت: مشرقی ہو یا مغربی ایک ہی ہے	۱۰۵
38.	مفتی صاحب کا المیہ مشرقی پاکستان کا غلط تجزیہ	۱۰۵
39.	بڑھاپے میں کرسی بہت بڑا سہارا ہے	۱۰۸
40.	جمہوریت پرستوں کی سیاست بھی عجیب ہے	۱۰۸
41.	احب مفتی ہو کر علامہ احسان الٰہی ظہیر کے مقلد ہو گئے	۱۰۷
42.	سازشی کون ہے ؟	۱۰۷
43.	سازشی کانگریسی ہو سکتے ہیں	۱۰۸
44.	الیکشن کی مخالفت کیوں ؟	۱۰۸
45.	اسلامیان پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ	۱۰۹

46.	صدر پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب سے اسلام اور اسلامیان پاکستان کا مطالبہ	۱۱۱
47.	ممبران اسمبلی کے نام۔۔۔۔اسلام کا پیغام	۱۱۶

جمہوریت اسلامی کیسے؟

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریت اسلامی کیسے؟

یہ دور مسلمانوں کے لیے سخت ابتلاء کا دور ہے۔ جو زوال و انحطاط اس دور میں مسلمانوں کو ہوا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ مغربیت اب ذہنوں میں ایسی گھسی ہے کہ اسلامی اقدار بالکل ہی بدل گئی ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک اب اسلام کا معیار قرآن و حدیث نہیں رہا بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہو گیا ہے۔ آج جس کو مسلمانوں کی اکثریت اسلام کہے وہ اسلام ہے، قرآن و حدیث جسے اسلام کہیں وہ اسلام نہیں۔ آج مسلمان جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ جمہوریت اسلامی کیسے ہے؟ کیا قرآن و حدیث جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں یا اسلامی تاریخ جمہوریت کو اسلامی مانتی ہے۔ اسلام کا معیار اصل میں قرآن و حدیث ہے۔ اگر قرآن و حدیث ہی جمہوریت کو اسلامی نہ کہیں تو جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر جمہوریت اسلامی چیز ہوتی تو خلفاء اربعہ کے مثالی دور کو دور اسلامی جمہوریت کہتے، خلافت نہ کہتے۔ جب اسلامی تاریخ کے اس بہترین دور کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ دور اسلامی جمہوریت نہیں کہتے تو ثابت ہوا کہ جمہوریت کوئی اسلامی نظام نہیں۔ قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا نظام حکومت خلافت ہے جمہوریت نہیں۔ قرآن و حدیث میں خلافت کا ہی ذکر ہے۔ جمہوریت کا کہیں ذکر نہیں۔ چنانچہ خلافت کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾[2:البقرة:30] انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں انسان کو پیدا کر کے زمین میں نظام خلافت قائم کرنے والا ہوں۔

﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾[7:الاعراف:129]

”عنقریب اللہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر کے تمھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔“

﴿ يَادَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾[38:ص :26]

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے' پس لوگوں کے درمیان فیصلے (اللہ کے اتارے ہوئے) حق کے ساتھ کرنا' اپنی خواہش کے پیچھے نہ چلنا' اس سے آپ گمراہ ہو جائیں گے۔"

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَّ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾[24:النور :55]

تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا' جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا' ان کی خلافت میں اللہ کے دین کو جو اللہ کو پسند ہے' غالب کرے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس دور میں لوگ اللہ کی بندگی کریں گے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پھر جو اس کے بعد کفر کرے وہ فاسق ہے۔"

﴿ وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ ﴾[5:المائده :49]

"اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ ان میں فیصلے کیا کر' لوگوں کی مرضی پر نہ چل۔"

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[5:المائده :44]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ کافر ہے۔

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[5:المائده :45]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ ظالم ہے۔

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ [5:المائده :47]

جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے ساتھ حکومت نہ کرے وہ فاسق ہے۔

بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سیاست کا کام انبیا کیا کرتے تھے۔ جب کسی ایک نبیؑ کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبیؑ اس کی جگہ لے لیتا۔ لیکن اب میرے بعد کوئی نبیؑ نہیں ہوگا۔ اب خلفاء ہی کثرت سے ہوں گے' جو سیاست کے فرائض سر انجام دیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اس سلسلے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یکے بعد دیگرے ہر خلیفہ کی بیعت کرنا اور ان کے وفادار رہنا۔ ان کا حق ان کو دینا۔ ان کی کسی کوتاہی کو بہانہ بنا کر ان کی اطاعت سے روگردانی نہ کرنا۔ اللہ ان سے پوچھے گا کہ انھوں نے رعیت کا حق ادا کیا یا نہیں۔ تم اپنے ہی حق کو آڑ بنا کر ان سے بغاوت نہ کرنا۔ یعنی جب تک وہ کفر بواح کے مرتکب نہ ہوں ان کے وفادار رہنا' ان کی بیعت سے دست کش نہ ہونا۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام کا آئیڈیل نظام حکومت تو خلافت ہی ہے لیکن اگر مسلمان اس مثالی حکومت کو قائم نہ رکھ سکیں تو پھر دوسرے نمبر پر مسلمانوں کا رائج نظام حکومت ملوکیت ہے۔ مسلمانوں کی تیرہ سو سال کی تاریخ خلافت و ملوکیت کی ہی تاریخ ہے۔ خلافت و ملوکیت کا زمانہ ہی مسلمانوں کی شوکت اور عروج کا زمانہ ہے۔ چودھویں اور پندرھویں صدیاں جو جمہوریت کی صدیاں ہیں' مسلمانوں کی انتہائی زوال کی صدیاں ہیں' ان میں مسلمانوں نے کھویا ہی ہے کمایا کچھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) [1]

اسلام کی ترقی اور غلبہ کے لحاظ سے سب سے بہتر میرا اور پھر اس کے بعد کے دو زمانے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اس امت کی عافیت اس کے پہلے حصے میں ہے' مسلمانوں کی تاریخ کے جس دور کو آپ نے غلبہ اسلام اور عافیت کا دور بتایا ہے اس

---

[1] (مشکوة 1695/3 'كتاب المناقب ' باب مناقب الصحابة رقم 6001... سلسلة الاحاديث الصحيحة 319/2... اخرجه احمد في مسنده بالفاظ مختلفة' عن نعمان بن بشير 276/4' رقم :17960)

دور میں خلافت و ملوکیت ہی تھی' جمہوریت نہ تھی۔ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ خلافت اور خلافت کی طرز کے نظام حکومت یعنی ملوکیت میں ہی ہو سکتا ہے۔ جمہوری نظام میں اسلام کا غلبہ تو درکنار' اسلام کی خیر ہی نہیں۔ جمہوریت میں اسلام اور مسلمان دونوں کو خطرہ ہے۔ تجربہ شاہد ہے' تاریخ گواہ ہے کہ جمہوریت اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی لیے جمہوریت آج تک مسلمانوں کے کسی ملک میں کامیاب نہیں ہوئی۔ جب جمہوریت کا نام تک قرآن و حدیث میں نہیں' کسی اسلامی جمہوریہ کا نشان تک مسلمانوں کی بارہ سو سال کی تاریخ میں نہیں' تو اب چودھویں یا پندرہویں صدی میں جب کہ اسلام اور مسلمان اپنے زوال کی آخری حد کو پہنچ چکے ہیں' جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے؟ مسلمانوں کی بارہ تیرہ سو سال کی تاریخ جو جمہوریت کا نام نہیں لیتی تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے' یا تو پہلے جمہوریت نہ تھی' اگر تھی تو مسلمان جمہوریت کے نام سے واقف نہ تھے۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جمہوریت مسلمانوں میں ہو اور مسلمان جمہوریت کے نام سے واقف نہ تھے اور اسلامی جمہوریہ نام نہ رکھیں۔ اصل بات یہی ہے کہ پہلے مسلمانوں میں جمہوریت تھی نہیں یہ پیداوار ہی مغرب کی ہے اور مغرب کی ذہنی غلامی کے صلہ میں مسلمانوں کو ملی۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریز مرحوم کی آمد سے پہلے الیکشن کہاں تھے؟ کون جانتا تھا کہ جمہوریت کس بلا کا نام ہے۔ مسلمانوں میں نظام حکومت کے دو ہی تصور تھے۔ ایک خلافت اور دوسرا ملوکیت۔ مغرب کے غلبہ سے پہلے مسلمان کسی تیسرے نظام حکومت کو جانتے ہی نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی پیش گوئیوں میں دو نظاموں کا ہی ذکر فرمایا ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مَلِكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ)) [1]

---

[1] (سلسلة الاحاديث الصحيحة 8/1 رقم 5... مسند احمد 273/4 رقم 17939)

آپ نے فرمایا: پہلے نبوت ہوگی۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ رہے گی۔ پھر خلافت علی منہاج نبوت کا دور ہوگا۔ یہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گا۔ پھر ملوکیت گزندہ کا دور ہوگا۔ یہ دور بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گا۔ پھر جبر واستبداد کی ملوکیت ہوگی۔ جب اللہ چاہے گا یہ ختم ہو جائے گی۔ آخر میں پھر خلافت علی منہاج نبوت کا دور ہوگا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ یعنی اس خلافت پر دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا آئیڈیل نظام حکومت تو خلافت علی منہاج نبوت ہی ہے جو شروع میں بھی تھی اور آخر میں امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ہوگی۔ ملوکیت اگرچہ اسلام کا کوئی آئیڈیل نظام نہیں، لیکن اگر کوئی بادشاہ نیک ہو تو بادشاہت اسلام میں ناقابل برداشت بھی نہیں۔ کیوں کہ جمہوریت کی طرح یہ کوئی مستقل نظریاتی نظام نہیں جو اسلام سے متصادم ہو۔ جیسا کہ جمہوریت متصادم ہے۔ بادشاہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ خلافت راشدہ کے بعد بہت سے مسلمان بادشاہ ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔ اس لیے اسلام جس طرح جمہوریت کے خلاف ہے، ملوکیت کے خلاف نہیں۔ ملوکیت خیر بھی ہو سکتی ہے اور شر بھی۔ جمہوریت شر ہی شر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملوکیت کا ذکر خیر قرآن میں بھی ہے، اور حدیث میں بھی، لیکن جمہوریت کا نام تک قرآن و حدیث میں نہیں۔ یہ بالکل برعکس نہند نام زنگی کافور والی بات ہے، جو آج مسلمان ملوکیت کو تو غیر اسلامی کہتے ہیں اور جمہوریت کو اسلامی۔ یہ ان کے مغرب سے متاثر اور اسلام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر بادشاہ نیک اور خوف خدا والا ہو، اسلام کا پابند ہو تو خلیفہ میں اور بادشاہ میں کوئی فرق نہیں۔ جو اللہ کے احکام کو نافذ کرے، وہ منتخب ہو یا غیر منتخب وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ کیوں کہ اس نے زمین میں اللہ کی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اسلام میں خلافت کا مقصد اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے۔ عوام کی نمائندگی کرنا نہیں کہ عوام کا منتخب کردہ شخص ہی خلیفہ ہو اور جو عوام کا منتخب کردہ نہ ہو وہ خلیفہ ہی نہ ہو۔ جو حاکم اللہ کے قانون کا پابند ہو اور اللہ کے قانون کے ساتھ حکومت کرے وہ خلیفہ ہے۔ اگر جمہوریت کی طرح ملوکیت بھی مطلقاً اسلام میں ناقابل برداشت ہوتی تو رسول

اللہ علیہ وسلم اپنے نبی خطوط میں کافر بادشاہوں کو بھی نہ لکھتے کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمھاری بادشاہت بر قرار رہے گی۔ چنانچہ آپ نے ہرقل شاہ روم کے نام جیفر اور عبد شاہان' عمان کے نام' حارث غسانی' شاہِ دمشق کے نام' ہودہ بن علی گورنر یمامہ کے نام جو خطوط لکھے ان میں لکھا تھا اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمھارے ملک بدستور تمھارے قبضے میں رہیں گے۔ اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف' طبقات ابن سعد اور دیگر کتب سیر و تاریخ' مواہب لدینہ وغیرہ۔

جب آپ نے اپنے خطوط میں بادشاہتوں کے بحال رکھنے کا وعدہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ ملوکیت اسلام میں قابل برداشت ہے۔ جمہوریت کی طرح ناقابل برداشت نہیں کیوں کہ اس سے اسلام کی نفی نہیں ہوتی۔ جمہوریت سے تو اسلام کی کلی نفی ہوتی ہے۔ اگر اس جمہوری دور کے مسلمانوں کی بصیرت قائم ہو تو وہ ضرور سوچیں کہ مغرب جو خلافت و ملوکیت کا دشمن ہے اور مسلمانوں میں جمہوریت چاہتا ہے تو کیا وہ اسلام یا مسلمانوں کا خیر خواہ ہے۔ کیا کفر کبھی مسلمانوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ کفر مسلمانوں کے لیے وہی چاہے گا جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو۔ مسلمانوں کا سب سے بڑا نقصان دین کا نقصان ہے۔ جو چیز مسلمانوں کو لادین بنائے' وہ چیز مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے' جمہوریت یہی کام کرتی ہے۔ جمہوریت خود لادین ہے اور لادین بناتی ہے۔ تجربہ گواہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے' مسلمان لادین ہو گئے ہیں اور مسلمان جوں جوں لادین ہوتے جاتے ہیں ان کی دینی غیرت و حمیت اور اسلامی اخوت و مودت ختم ہوتی جاتی ہے اور یہ اسلام کو ختم کرنے کا طریقہ ہے اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے کہ جب دینی غیرت گئی تو جذبہ جہاد گیا۔ اسلامی اخوت گئی تو اتحاد گیا اور جب دونوں گئے تو اسلام گیا۔ کفر چاہتا ہی یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں سے نکل جائے اور مسلمان ناکارہ ہو کر رہ جائیں۔ قرآن نے پہلے ہی مسلمانوں کو خبردار کیا تھا۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾[4:النساء:89]

وہ چاہتے ہی یہ ہیں کہ مسلمان بھی کفر کر کے کافروں جیسے بن جائیں تاکہ کفر کو

مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ جمہوریت مغرب کا آزمایا ہوا ہتھیار ہے۔ اس سے وہ مسلمانوں کو لادین بنانے کا کام لیتا ہے۔ مسلمان جب لادین ہو جاتے ہیں تو پھر ان میں قومی اور وطنی عصبیتیں ابھر آتی ہیں۔ جس سے ان میں تفریق پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ کمزور سے کمزور تر ہو کر کفر کے لیے تر نوالہ بن جاتے ہیں۔ پاکستان کو پہلے بھی اس جمہوریت نے دو ٹکڑے کیا تھا۔ اب بھی روس اور بھارت اور اس کی حامی پارٹیاں جو پاکستان میں یہی چاہتی ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت بحال ہو 'الیکشن ہوں اور چار قومی نظریے کے تحت چاروں صوبے خود مختار ہوں اور اس طرح پاکستان ختم۔ اسلامی اخوت نے مختلف قوموں کو اکٹھا کر کے پاکستان بنا دیا تھا۔ اب جب کہ جمہوریت سے وہ اخوت ختم ہو گئی تو پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے لیے تیار ہے۔ صرف الیکشن کا انتظار ہے۔ یہ تو فوجی حکومت ہے جو جمہوریت کی تباہ کاریوں کے لیے رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور پاکستان بچا ہوا ہے۔ ورنہ جونہی جمہوریت بحال ہو جائے گی ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو جائے گا۔

یہ سمجھنا کہ خلافت راشدہ میں جمہوریت تھی 'بہت بڑا دھوکا ہے۔ خلافت راشدہ میں جمہوریت قطعاً نہ تھی۔

1- کیا یہ جمہوریت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ((الائِمَةُ مِنْ قُرَيْشٍ)) ❶ سنائی تو انصار نے خلافت کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور کبھی خلافت کے حصول کی کوشش نہیں کی۔

2- کیا یہ جمہوریت ہے کہ ایک حضرت عمرؓ کی بیعت نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کی بیعت نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

3- کیا یہ جمہوریت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا اور کسی نے کوئی اعتراض کیا بھی تو انہوں نے اس کا مسکت جواب دیا۔

4- کیا یہ جمہوریت ہے کہ عثمانؓ نے اپنی زندگی میں ہی عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ لیکن جب وہ ان کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تو ان کا ارادہ حضرت زبیر کو

---

❶ (مسند احمد 3/129رقم 11898'بخاری: کتاب الاحکام 'باب الامراء من قریش رقم 7139)

خلیفہ نامزد کرنے کا تھا' جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

5- کیا یہ جمہوریت ہے کہ خلفاء راشدین میں سے ہر خلیفہ زندگی بھر خلیفہ رہا۔ یہ سوال کبھی پیدا ہی نہیں ہوا کہ عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تین یا پانچ سال کے بعد الیکشن ہوں۔

6- مسلمانوں کی ساری تاریخ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے لے کر آخر تک نامزدگی اور ولی عہدی کا ہی رواج رہا۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو نامزدگی کا یہ غیر جمہوری فعل کبھی جائز نہ ہوتا۔ صحابہ کرام ؓ اور ائمہ عظام ؒ ضرور اس کے خلاف آواز اٹھاتے' جب کسی نے کبھی بھی اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی تو ثابت ہوا کہ نامزدگی اسلام کا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ ماوردی تک اس کو اجماعی قرار دیتے ہیں۔

شرح مواقف میں جو عقائد کی مسلمہ ترین کتاب ہے' مرقوم ہے:

وَ اَنَّهَا تَثْبُتُ بِالنَّصِّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَ مِنَ الِامَامِ السَّابِقِ بِالْاِجْمَاعِ وَ تَثْبُتُ بِبَيْعَةِ اَهْلَ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

خلافت تین طرح سے منعقد ہوتی ہے:

اولاً: رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے۔

ثانیاً: پہلے خلیفہ کی نامزدگی سے اور اس پر سب کا اجماع ہے۔

ثالثاً: اہل حل و عقد کی بیعت سے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ نامزدگی مسلمانوں کا ایک اجماعی مسئلہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ اسلام میں جمہوریت نہیں' کیوں کہ نامزدگی سے تو جمہوریت کا تصور ہی باطل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یزید کی نامزدگی پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور بعض دیگر صحابہ ؓ نے اعتراض کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض نامزدگی پر نہ تھا اعتراض یزید کی وجہ سے تھا۔ اگر معاویہ ؓ یزید کی بجائے کسی اور کو نامزد کر جاتے تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ جب خلافت راشدہ میں جمہوریت کی جڑ کاٹنے والی نامزدگی اور ولی عہدی موجود اور جمہوریت کے لوازمات' مثلاً سیاسی پارٹیاں' الیکشن' حق بالغ

رائے دہی اور کنویسنگ وغیرہ مفقود تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ میں جمہوریت تھی اور جب خلافت راشدہ میں جمہوریت نہ ہو تو جمہوریت کو اسلامی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ کسی نظام کے اسلامی ہونے کے لیے اس کا دور رسالت اور خلافت راشدہ میں پایا جانا ضروری ہے۔ جو نظام خیر القرون میں نہ پایا جائے' وہ اسلامی نہیں ہو سکتا۔

جمہوریت کو آج کل عام مسلمان اسلامی تو کہتے ہیں' لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کا جمہوریت سے کیا تعلق ہے ؟ آخر ان دونوں میں نسبت کیا ہے ؟ نسبتیں کل چار ہو سکتی ہیں۔ تساوی' تباین' عموم خصوص مطلق عموم خصوص من وجہ دو چیزیں یا ایک دوسرے کا عین ہو سکتی ہیں' یا غیر پھر ان میں عام خاص کی نسبت ہو سکتی ہے۔

1۔۔۔اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تساوی ہو' یعنی یہ دونوں ایک ہوں' اسلام عین جمہوریت ہو اور جمہوریت عین اسلام تو پھر ماننا پڑے گا کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہے وہاں اسلام ہے' حالانکہ ایسا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جن ملکوں میں جمہوریت ہو خواہ وہ ملک مسلمانوں کے ہیں یا کافروں کے' وہاں اسلام نہیں۔ وہاں صرف جمہوریت ہے۔ اس کے علاوہ مغربی جمہوریت کو اسلامی جمہوریت کے دعوے دار بھی اسلام نہیں مانتے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ مغربی جمہوریت اسلام سے متصادم ہے۔ اگر جمہوریت عین اسلام ہوتی اور اسلام عین جمہوریت ہوتا تو مغربی جمہوریت بھی ضرور اسلام ہوتی۔ جب مغربی جمہوریت اسلام نہیں اور یہ مسلم عند الطرفین ہے تو ثابت ہوا کہ جمہوریت اسلام کا عین نہیں بلکہ غیر ہے۔ اگر اسلام اور جمہوریت مترادف ہوں تو اسلامی جمہوریت کی ترکیب بھی صحیح نہ ہو۔ کیوں کہ دو مترادف آپس میں یوں صفت موصوف نہیں ہو سکتے۔ پھر تو اسلامی جمہوریت کا نام ہی غلط ہوا۔

2۔۔۔اگر اسلام اور جمہوریت میں نسبت تباین ہو تو پھر جمہوریت کفر ہے۔ کیوں کہ جن دو چیزوں میں تباین ہوتا ہے وہ ایک نہیں ہوتیں۔ وہ ایک دوسرے کا غیر ہوتی ہیں اور جو چیز اسلام کا غیر ہوگی وہ یقیناً کفر ہوگی۔ اگر جمہوریت اور اسلام میں نسبت تباین ہو تو پھر اسلامی جمہوریت کا معنی اسلامی کفر ہوگا اور چونکہ کفر کبھی اسلامی نہیں ہو سکتا۔ جیسے سوشلزم

کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جمہوریت کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتی۔ پھر اسلامی جمہوریت کی ترکیب ایسے ہی لغو ہوگی جیسے اسلامی شوشلزم کی۔ جیسے شوشلزم کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی جمہوریت کفر ہونے کی وجہ سے اسلامی نہیں ہو سکتی۔ پھر جمہوریت کو اسلامی کہنا اور اس کے لیے کوشش کرنا کفر اور اسلام کو جمع کرنا ہے' جو نا ممکن ہے اور سعی لاحاصل ہے۔

3---اگر اسلام اور جمہوریت میں عموم خصوص' مطلق یا عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو تو پھر اسلام اور جمہوریت میں جزو کل کا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر اسلامی جمہوریت پورا اسلام نہیں ہو سکتی بلکہ اسلام کا جزو ہوگی۔ پھر اسلامی جمہوریت کے لیے کوشش کرنا پورے اسلام کی کوشش نہیں بلکہ ادھورے اسلام کی کوشش ہے جو سخت مذموم ہے۔ اگر جمہوریت اسلام کا جزو ہے جیسا کہ اسلامی جمہوریت کے دعوے دار کہتے ہیں اور اسلامی جمہوریت کے نام سے بھی واضح ہے تو پھر اسلامی جمہوریت کا مطالبہ کرنے والوں کو اگر وہ مسلمان ہیں' تو اسلامی جمہوریت کا مطالبہ چھوڑ کر پورے اسلام کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ جب پورا اسلام آجائے گا تو جو جمہوریت اسلام کے اندر ہوگی وہ خود بخود آجائے گی۔ کیوں کہ جزو کل کے اندر آجاتا ہے۔ کل کے آجانے کے بعد پھر جزو کے لیے علیحدہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تو اسلام میں جمہوریت ہے تو پھر صرف اسلامی جمہوریت کا مطالبہ کرنا اور پورے اسلام کا مطالبہ نہ کرنا' چہ معنی دارد۔ کیا اسلامی جمہوریت والوں کو اسلام میں سے صرف جمہوریت ہی کی ضرورت ہے باقی اسلام کی ان کو ضرورت نہیں جو وہ پورے اسلام کا مطالبہ نہیں کرتے مطلب کا اسلام لینا تو ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب' جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ البقرہ سے ثابت ہے۔ آج مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا واحد سبب بھی یہ ہے کہ وہ پورے مسلمان نہیں۔ اگر وہ پورے مسلمان ہوں تو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح دنیا میں بھی حکمران ہوں اور آخرت میں بھی کامران۔ روس اور امریکہ والے جو دنیا کے مزے لیتے ہیں تو وہ اس وجہ سے کہ وہ ہماری طرح مذہب کے نام پر دھوکا نہیں دیتے۔ جو غیرت اور غصہ اللہ کو ایک

منافق پر آتا ہے وہ کافر پر نہیں آتا۔ ہم اسلام کے نام پر اللہ سے منافقت کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ ہم پر زیادہ غصب ناک ہے۔ ادھورا مسلمان دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی نامراد۔

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نہ کل اسلام ہے نہ اسلام کا جزو' بلکہ اسلام کا غیر اور اس کی ضد ہے کیوں کہ اسلام ایک دین ہے اور جمہوریت لادینیت ہے۔ جمہوریت چاہتی ہے کہ اللہ کا کوئی تصور نہ ہو' حاکمیت عوام کی ہو۔ اسلام چاہتا ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہو' اللہ کے سوا کسی کی نہ چلے۔ اگر کوئی کہے کہ جمہوریت کا یہ تصور تو مغرب کا تصور ہے۔ اسلامی جمہوریت کا یہ تصور نہیں تو اس سے کہا جا سکتا ہے کہ جب جمہوریت کوئی اسلامی چیز ہی نہیں تو اس کا کوئی اسلامی تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ جمہوریت مغرب کا نظام ہے اور مغرب کا تصور ہی اس کا اصل تصور ہے۔ رہ گیا آج کل کے مسلمانوں کا جمہوریت کو اسلامی کہنا تو ان کے کہنے سے جمہوریت اسلامی نہیں ہو سکتی۔ کفر کو کوئی کتنا بھی اسلامی کہے کفر اسلامی نہیں ہو سکتا' کفر تو کفر ہی رہتا ہے۔ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے 'کفر کبھی اسلام نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کا پیش کردہ تصور اسلامی تصور نہیں کہلا سکتا۔ اسلامی تصور وہی ہوتا ہے جس کو قرآن و حدیث پیش کریں جس کو صرف مسلمان پیش کریں اور قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ اس کا نام تک نہ لیں اس کو مسلمانوں کا تصور تو کہہ سکتے ہیں اسلامی تصور اسے نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تصور کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اصل قرآن و حدیث میں ہو اور اس کا پریکٹیکل خیر القرون میں ہو۔ جس کا پریکٹیکل خیر القرون میں نہ ہو' وہ اسلامی نہیں ہوتا۔ ایسا ہی فرق اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کی تاریخ کا ہے۔ اسلامی تاریخ اس دور کی تاریخ کو کہتے ہیں جس میں اسلام کی حکومت ہو' مسلمان اسلام کے تابع ہوں اور اسلام مسلمانوں کے تابع نہ ہو۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں تھا۔ جب اسلام مسلمانوں کے تابع ہو جائے 'اس طرح سے کہ جو مسلمان کہتے یا کرتے جائیں اس کو اسلام سمجھا جائے۔ جب اسلام کا معیار قرآن و حدیث نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ہو جیسا کہ آج کل ہے تو اس دور کی تاریخ کو مسلمانوں کی تاریخ تو کہہ سکتے ہیں 'اسلامی تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ اسلامی تاریخ تو اسلامی اصولوں کی فرمانروائی کی

تاریخ ہے۔ اشخاص کی حکمرانی کی تاریخ کو اسلامی تاریخ نہیں کہتے۔

جمہوریت کا ایک مستقل نظام ہے' جس کی داغ بیل موجودہ شکل وصورت میں انقلاب فرانس کے بعد پڑی۔ یہ مغرب کا نظام ہے' اس کو اسلام میں تلاش کرنا یا اسلام میں داخل کر کے اسے اسلامی کہنا اسلام سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اسلام ایک جامع اور مکمل نظام حیات ہے اس کے تمام نظام اپنے ہیں۔ اس کو باہر سے کوئی نظام امپورٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بدعت کو جو اسلام میں بہت برا سمجھا جاتا ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اسلام بذات خود ایک جامع نظام ہے جو بالکل کامل اور مکمل ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کہ کسی اضافے کی ضرورت ہو۔ اگر اسلام کامل نہ ہوتا' اس میں کسی اضافے کی ضرورت ہوتی تو بدعت کو ممنوع قرار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام کی تکمیل کے لیے ہر زمانے میں بدعات کی اجازت ہوتی۔ جب اسلام بدعت کی بالکل اجازت نہیں دیتا بلکہ ((ایاکم و محدثات الامور)) ❶ کہہ کر بدعات سے خبردار کرتا ہے اور ڈراتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام اپنی ذات میں بالکل مکمل ہے۔ اس میں کسی بھرتی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ بدعات خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی' معاشرتی ہوں یا معاشی سب مذموم ہیں۔ آج مسلمان مذہبی بدعتوں کو بدعت سمجھتے ہیں' سیاسی یا معاشی بدعتوں کو بدعت نہیں سمجھتے کیوں کہ وہ جہالت کی وجہ سے سیاست اور معیشت کو دین نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں اسلام صرف چند عبادات اور مذہبی رسومات کا نام ہے۔ سیاست' معیشت اور معاشرت سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ جیسی بھی ہو' سب ٹھیک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل عام مسلمان مذہبی رسومات کی حد تک تو مسلمان ہے' سیاست' معیشت اور معاشرت میں وہ مسلمان نہیں بلکہ انگریز ہے اور یہی اس کی اسلام سے دوری کا اصل سبب ہے۔ اللہ کے نزدیک تو پورا مسلمان ہی وہ ہوتا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمان ہو۔ ادھورا مسلمان اللہ کے نزدیک مسلمان

---

❶ (ابو داؤد' کتاب السنة 'باب فی لزوم السنة' رقم 4607 .. ابن ماجة ' کتاب السنة ' باب اجتناب البدع والجدل' رقم 46)

نہیں ہوتا' وہ تو بلکہ منافق ہوتا ہے۔ جس کو اللہ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرتا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ آج کل مسلمان ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ اسلام کا اپنا کوئی سیاسی یا معاشرتی نظام نہیں۔ اسی لیے وہ مغربی نظاموں کو اسلام کا لیبل لگا کر اسلامی بنا لینے کے درپے ہیں۔ جبھی آج اسلامی جمہوریت اور اسلامی سوشلزم جیسے قبیح اور مکروہ نام سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور یہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ اس کا ہر نظام اپنا ہے اور عین فطرت کے مطابق ہے' اور شروع سے ہے۔ اسلام کا کوئی نظام کسی رد عمل کے طور پر پیدا نہیں ہوا' جیسا کہ جمہوریت شخصی حکومتوں کی چیرہ دستیوں کے رد عمل کے طور پر پیدا ہوئی ہے۔ اگر اسلام کا سیاسی عمل ٹھیک طور پر جاری ہو تو جمہوریت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جمہوریت کی ضرورت اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب شخصی حکومتیں من مانیاں کرتی ہیں اور عدل و مساوات غائب ہوتا ہے۔ جب حکومت اللہ کے قانون کی ہو' جس کی نگاہ میں حاکم و محکوم سب برابر ہوتے ہیں تو جمہوریت کا وجود میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خلافت راشدہ میں جمہوریت کا تصور تک نہ تھا۔ صرف اسلام کا سیاسی نظام ہی سرگرم عمل تھا جس کی وجہ سے عدل' مساوات اور عوام کی آزادی اور خوشحالی کی وہ ریل پیل تھی کہ جمہوریت بھی اس کے آگے شرمندہ ہے۔ اس دور کی برکات کو دیکھ کر جاہل مسلمان کہہ دیتے ہیں کہ اس دور میں جمہوریت تھی جس کے وہ سارے کرشمے تھے۔ حالانکہ وہ اسلام کے کرشمے تھے وہ جمہوریت کے کرشمے نہ تھے۔ جمہوریت کا تو اس وقت نام و نشان تک نہ تھا۔ جمہوریت سے کبھی وہ برکتیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو اسلامی نظام سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ اسلامی الیکشن صحیح ہو۔

جب اسلام اللہ کا دین ہے تو اسلام کا نظام سیاست بھی اللہ کے دین ہی کا ایک حصہ ہے جس کی غرض و غایت اقامت دین ہے۔ اس میں کسی کی حق تلفی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام میں ہر ایک کی پوری حق رسی ہوتی ہے۔ اسلام میں حقوق و فرائض اللہ مقرر کرتا ہے کیوں کہ یہ اللہ کا دین ہے۔ جمہوریت میں حقوق و فرائض لوگ مقرر کرتے ہیں جس

میں بے اعتدالی ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت میں آئے دن حقوق و مطالبات کی یلغاریں ہوتی ہیں اور تحریکیں اٹھتی رہتی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اس میں ایسی شورشیں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جیسی جمہوریت میں پیدا ہوتی ہیں۔ جو لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں، جمہوریت ہی ان کی آنکھوں کا تارا ہے۔ وہ جب نظام اسلام کے فیوض وبرکات، سیر و تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلام پہلے ہے، جمہوریت بعد میں۔ جمہوریت اسلام میں کیسے ہو سکتی ہے۔ اسلام تو اپنی شکل وصورت میں اس وقت بھی موجود تھا جب ابھی جمہوریت پیدا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی پتا نہیں کہ جمہوریت صرف عدل و مساوات اور عوام کی خیر وخواہی اور آزادی کو نہیں کہتے۔ یہ عناصر تو بعض شخصی حکومتوں میں بھی بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ کتنے نیک دل بادشاہ ایسے گزرے ہیں جن کے دور میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ کیا ان کے دور کو جمہوری دور کہیں گے؟ حال آنکہ وہ ملوکیت تھی۔ جمہوریت تو ایک نظام ہے، جس کی باگ ڈور عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جس میں اکثریت جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ اکثریت اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ظلم کرے تو جمہوریت ہے، انصاف کرے تو جمہوریت ہے۔ غیر جمہوری طریقہ سے برسر اقتدار آکر اگر کوئی حکمران عدل و مساوات کے دریا بھی بہادے تو اس کو جمہوریت نہیں کہتے۔ جنرل ضیاء یا کوئی اور اگر اقتدار پر قبضہ کر کے فرشتہ بھی بن جائے اور عوام کو ہر طرح کی آزادی بھی دے دے، لیکن جمہوری الیکشن نہ کروائے تو جمہوریت کبھی بحال نہیں ہو سکتی۔ جمہوریت کی بحالی اسی وقت ہو سکتی ہے جب ملک میں ہر تین یا پانچ سال کے بعد کھلی الیکشن بازی ہو۔

الیکشن بازی ہی حقیقت میں جمہوریت ہے۔ آج کل کے مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہے تو اسلام کے عدل و مساوات اور شخصی آزادی کو جمہوریت کی دلیل بناتے ہیں اور جب اسلامی جمہوریت کے نام پر بحالی جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں تو عوامی الیکشنوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جمہوریوں کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمہوریت عدل و مساوات اور عوامی فلاح وبہبود کا نام نہیں بلکہ الیکشن بازی کا نام ہے،

جب ہی وہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک جمہورت عدل و مساوات اور عوام کی فلاح و بہود کا نام ہوتا تو اس کا مطالبہ کرتے 'الیکشنوں کا مطالبہ نہ کرتے۔

اگر کوئی کہے کہ اسلام اور جمہوریت میں کوئی فرق نہیں اور دلیل یہ دے کہ جمہوریت کی بیاد یہ پانچ نکات ہیں اسی طرح اسلامی نظام حکومت کی بنیاد بھی یہ پانچ نکات ہیں

1۔ حکومت کسی کی ذاتی یا خاندانی ملکیت نہ ہو۔

2۔ تمام اہل ملک قانون کی نظر میں مساوی ہوں۔

3۔ خزانہ ملکی کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو 'بلکہ عوام کی امانت ہو۔

4۔ تمام ملکی امور مشورے سے طے پائیں۔

5۔ رئیس ملک کا تقرر عام انتخاب سے ہو 'اس کو دیگر باشندگان ملک پر کوئی ترجیح نہ ہو۔ اس سے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح جمہوریت کے ان پانچ نکات کی روح صرف ایک یہ نکتہ ہے کہ السلطنة للشعب وحده۔۔۔ یعنی چلے عوام کی۔ اسی طرح اسلامی نظام حکومت کی رو بھی صرف ایک یہ نکتہ ہے۔ ﴿ان الحکم الا لله﴾ [6 الانعام: 57] یعنی چلے اللہ کی اور کسی کی نہ چلے۔ ملک میں قانون اللہ تعالیٰ ہی کا ہو۔ عوام اسے پسند کریں یا نہ کریں۔ ملک کا رئیس وہ ہو جو اللہ کا پسندیدہ ہو 'نہ کہ وہ جو عوام کے ووٹ زیادہ حاصل کرے۔ ان دونوں نکتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور جمہوریت میں بڑا فرق ہے۔ اسلام میں اگر کوئی بادشاہ کسی ملک پر مسلط ہو کر وہاں اسلام کی حکومت قائم کر دے تو وہ وہاں کا جائز حاکم ہے۔ اس کی اطاعت فرض ہے۔ جمہوریت کے اصولوں سے بے شک وہ ناجائز ہو 'لیکن اسلام کی رو سے وہ بالکل جائز ہے۔ پوری اسلامی تاریخ اس پر شاہد عدل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو عوام نے منتخب نہیں کیا تھا۔ آپ نے طاقت پیدا کر کے مکہ کو فتح کیا اور عرب میں اسلام کی حکومت قائم کی۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو عرب میں اسلام کی حکومت کبھی قائم نہ ہوتی۔ عرب عوام کب چاہتے تھے کہ بت پرستی ختم ہو اور وہاں اسلام کی حکومت قائم ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ 'حضرت عمرؓ نے روم اور ایران کی سلطنتوں کو ختم کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ وہاں کے عوام کب چاہتے تھے کہ اسلام کی حکمرانی

ہوئ۔ بنوامیہ اور بنو عباس نے اور پھر اس کے بعد ترکوں نے اتنی فتوحات کیں۔ ہر مسلمان کی زبان پر یہ نعرہ تھا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

یہ نعرہ نظام اسلام کے تحت ہی لگایا جا سکتا ہے، جمہوریت میں ایسا نعرہ نہیں لگ سکتا۔ آج مسلمان کہتے تو ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اگر جہاد فرض ہے تو اسلام میں جمہوریت کیسے ہو سکتی ہے۔ کیا جہاد اور جمہوریت جمع ہو سکتے ہیں۔ جہاد اسلام کی تو روح ہے لیکن جمہوریت کے لیے یہ موت ہے۔ اگر اسلام میں جمہوریت ہوتی تو اسلام عرب سے بھی باہر نہ نکلتا۔ یہ تو جہاد کی برکتیں ہیں جو اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اگر جہاد نہ ہوتا تو ہمیں بھی اسلام نصیب نہ ہوتا۔ ہم بھی آج غیر مسلم ہی ہوتے۔ اگر جمہوریت کے ساتھ اسلام چل سکتا تو اللہ تعالیٰ بھی انبیاء کے انتخاب میں جمہورت سے کام لیتے۔ انبیاء عوام کے منتخب کردہ اور اکثریت پارٹی کے ہوتے تو ان کو تبلیغ کرنے میں بھی آسانی ہوتی۔ اتنی اذیتیں بھی نہ پہنچتی، لیکن انبیا کے انتخاب میں اللہ نے جمہوریت سے کام نہیں لیا بلکہ انبیاء کو نامزد ہی کیا۔ صرف اسی وجہ سے کہ جمہوریت کی سرزمین میں اسلام کا پودا لگ نہیں سکتا۔ اس نامزدگی سے اگرچہ انبیاء کو تکلیفیں تو بہت اٹھانا پڑی، لیکن اسلام خوب پھلا پھولا۔ اگر انبیاء جمہوری طریقہ سے آتے تو اسلام کبھی نہ پھلتا پھولتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے انتخاب انبیا میں جمہوریت کو گوارہ نہیں کیا، کیوں کہ یہ اسلام کے منافی ہے، تو انتخاب خلفاء میں امہ کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔ آخر خلفاء اسلام کو بھی تو وہی کام کرنے ہوتے ہیں جو انبیاء کرتے ہیں۔ خلفاء کا فرض بھی تو انبیاء کے مشن کو آگے چلانا ہوتا ہے۔ یہی نہیں کہ جمہوریت اسلام میں نہیں، جمہوریت فطرت کے کسی نظام میں بھی نہیں۔

فطرت کے ہر نظام میں سیادت و قیادت قدرتی ہوتی ہے، سیادت و قیادت کے لیے جمہوری انتخاب کہیں بھی نہیں ہوتا۔ کیا خاندان کا نظام، جہاں سے سیاست اور ریاست کا

تصور لیا گیا ہے' جمہوری ہے۔ کیا خاندان کا بڑا آدمی جمہوری انتخاب لڑ کر بڑا بنتا ہے یا کوئی بیوی الیکشن لڑ کر بیوی بنتی ہے۔ جس قدرتی طریقے سے خاوند اور بیوی کا انتخاب ہوتا ہے اسی قدرتی طریقہ سے خلیفہ کا انتخاب ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک خاندان کے اہل حل وعقد صلاح مشورہ کر کے لڑکے لڑکی کے لیے رشتہ تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر ملک کے اہل حل و عقد جو ہر زمانے میں' ہر معاشرے میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں' صلاح ومشورہ کر کے اپنا امیر منتخب کر سکتے ہیں اور یہ قدرتی طریقہ ہے اور یہی اسلام کا نظام ہے۔ جس طرح موزوں رشتہ تلاش کرنے میں عوامی الیکشنوں کی ضرورت نہیں' کیوں کہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے اسی طرح سربراہ مملکت کے انتخاب کے لیے بھی جمہوری الیکشن کرانا خلاف فطرت ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کوئی فطری نظام نہیں۔ یہ ایک مصنوعی اور غیر فطری نظام ہے جو نظام فطرت میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ جب جمہوریت ایک غیر فطری نظام ہے تو یہ سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا کہ یہ اسلام کا نظام ہو جو دین فطرت ہے۔ لہٰذا جمہوریت کو اسلامی کہنا غیر فطری کو فطری بنانا ہے۔

جمہوریت شرک اور کفر ہے۔ جمہوریت وہ نظام ہے جس میں حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ عوام جس کو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں ملک کا دستور بناتے ہیں۔ حتی کہ قرآن وحدیث کا کوئی قانون ملکی قانون نہیں بن سکتا۔ جب تک عوام کی نمائندہ اسمبلی اس کی منظوری نہ دے۔ جمہوریت میں اسمبلی جب تک قانون نہ بنائے نماز جیسا اہم رکن اسلام بھی کسی مسلمان پر فرض نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نماز کا انکار یا اس کا نہ پڑھنا کوئی جرم نہیں۔ غرضیکہ جمہوریت میں ملک کی ساری گاڑی عوام کی مرضی پر چلتی ہے' جس کی وجہ سے یہ شرک وکفر ہے۔ شرک اس لیے کہ حاکمیت اللہ کی خاص صفت ہے۔ زمین اس کی' آسمان اس کا' خالق ورازق وہ' مالک وہ۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں' لیکن جمہوریت اللہ کی اس خاص صفت میں عوام کو شریک ٹھہراتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

1--﴿ اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾[7:الاعراف:54]

2--﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ ﴾[6:الانعام:57]

3-- ﴿ اَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَ عُ الْحَاسِبِيْنَ ﴾[6:الانعام:62]

4-- ﴿وَ لاَ يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهِ اَحَدًا ﴾[18:الکھف:26]

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ جیسے معبود ہونے میں یکتا ہے۔اسی طرح حاکیت میں بھی یکتا ہے۔ جیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے والا مشرک ہے ایسے ہی عوام کی حاکیت یعنی جمہوریت کا قائل بھی مشرک ہے۔وہ عبادت میں غیر اللہ کو شریک ٹھہراتا ہے۔یہ حاکیت میں عوام کو شریک مانتا ہے۔کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل حدیث ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾[42:الشوریٰ:21] کو مقلدوں پر فٹ کر کے ان کو مشرک کہتے ہیں‘کیوں کہ وہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے ائمہ کے بنائے ہوئے مسئلوں کو مانتے ہیں۔لیکن نہیں دیکھتے کہ جمہوریت کے قائل ہو کر وہ مقلدوں سے بھی بڑے مشرک بنتے ہیں۔کیوں کہ جمہوریت میں عوام کی نمائندہ اسمبلی دستور بھی خود بناتی ہے اور ملکی قانون بھی خود وضع کرتی ہے اور یہ کھلا ہوا شرک و کفر ہے۔ پھر مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کے دستور میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔اس لیے پاکستانی جمہوریت کوئی شرک نہیں۔حالانکہ یہ سراسر دھوکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھ کر شرک کرے تو کیا شرک نہیں ہوتا جیسے شرک کرنے والے کو لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔اسی طرح پاکستانی دستور میں یہ لکھنا کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب جمہوریت کو جو صریحا شرک ہے رواج دیا جاتا ہے تو شرک خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہنا یہ ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے اور چلانا نظام جمہوریت یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی پڑھے لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اور کرے شرک۔لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنے سے شرک توحید نہیں بن جاتا جیسا کہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حرام حلال نہیں بن جاتا۔شرک شرک رہتا ہے خواہ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کتنا پڑھے‘اور حرام حرام رہتا ہے خواہ بسم اللہ بار بار پڑھے۔ توحید شرک کو مٹانے سے آتی ہے‘لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھنے سے نہیں آتی۔جب عملاً عوام کی حاکیت موجود ہو تو اللہ رب العالمین کو حقیقی حاکم لکھنے سے جمہوریت کی حقیقت نہیں بدلتی۔ جمہوریت شرک

ہی رہتی ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کی حقیقت ان الحُکْمُ الاَّ لشعْبِ ہے۔ یعنی چلے گی عوام کی اور اسلام کہتا ہے ان الحکْمُ الاَ للہ۔۔۔ چلے گی صرف اللہ کی۔ اس لیے جمہوریت اسلام کی ضد اور شرک و کفر ہے۔ اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے خاص کر اہل حدیث کو ورنہ اہل حدیثی ختم۔

وَ مَا علَیْنا الاَّ البَلاَغُ المُبِیْنُ

☆☆☆☆☆
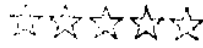
جمہوریت اسلام کی نظر میں

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریت اسلام کی نظر میں

برادرانِ اسلام! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' جو خالق کائنات نے انسانوں کے لیے تجویز فرمایا ہے: ﴿ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾[5:المائدہ :3] اسلام نظام کائنات کے ساتھ پوری طرح سے ہم آہنگ ہے کیوں کہ کائنات کا بھی یہی نظام ہے' ﴿ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا ﴾[3:آل عمران :83] ﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلاَّ یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ﴾ [17:الاسراء :44] جس طرح کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے خالق و مالک کا مطیع و منقاد اور اس کا ثنا خواں ہے اسی طرح اسلام انسانوں سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے خالق و مالک کے فرمانبردار بن کر زندگی گزاریں۔ نظام فطرت کے ساتھ ہم آہنگی کی وجہ سے ہی اسلام کو دین فطرت کہتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ﴾[3:آل عمران :19] چوں کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس لیے جس قوم نے بھی اسلام کو اپنایا اللہ نے اس قوم کو بہت اونچا اٹھایا۔ عرب اسلام سے پہلے کیا تھے' اسلام لانے کے بعد وہ کیا سے کیا بن گئے۔ مسلمانوں کی چودہ سو سال کی تاریخ عروج و زوال بتاتی ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اسلام کے ساتھ ہے۔ جتنا انھوں نے اسلام کو بلند کیا اتنے وہ بلند ہوئے۔ جتنا انھوں نے اسلام کو گرایا اتنے وہ ذلیل و پست ہوئے۔ جب تک مسلمان اسلام کو مکمل نظام حیات سمجھ کر اس پر کاربند رہے وہ دنیا میں غالب رہے اور کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ جب سے انھوں نے اسلام کو مکمل نظام حیات سمجھنا چھوڑ دیا' غیر اسلامی نظاموں کو امپورٹ کرنے لگ گئے وہ ذلیل و مرعوب ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام مسلمانوں کی صحت و سلامتی اور عزت و وقار کا ضامن ہے۔ جب تک مسلمان غیر اسلامی نظاموں کو چھوڑ کر خالص اسلام کو ضابطہ حیات نہیں بناتے' وہ کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کے قول و عمل میں تضاد

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ زبان سے تو مسلمان کہتے ہیں اسلام دین فطرت ہے'

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ لیکن طرز عمل ان کا بتاتا ہے کہ اسلام کوئی جامع نظام نہیں اس کا کوئی اپنا سیاسی یا معاشی نظام نہیں۔ اس لیے انھوں نے جمہوریت اور سوشلزم جیسے مغربی نظاموں کو اپنا رکھا ہے۔ اور اسلامی جمہوریت اور اسلامی سوشلزم کی اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں۔ دیکھنے کی بات ہے کہ جب اسلام دین فطرت ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسکا اپنا کوئی سیاسی یا معاشی نظام نہ ہو۔ اگر اسلام کا اپنا کوئی سیاسی یا معاشی نظام نہ ہو تو پھر وہ مکمل نظام حیات اور دین فطرت کیسے ہو سکتا ہے۔ مکمل نظام حیات ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کا ہر نظام اپنا ہے اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ کہیں فیل نہیں ہوتا۔ اور دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا تجویز کردہ ہے۔ کسی انسان کی تخلیق نہیں کہ اس میں کوئی نقص ہو۔ جب اسلام دین فطرت ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کے تمام نظام قدرتی اور فطری ہوں گے۔ مغربی نظاموں کی طرح مصنوعی اور ناقص نہیں ہوں گے۔ لیکن مسلمان بجائے اس کے کہ اسلام کے فطری نظاموں کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت کو کامیاب بناتے مغرب کی پر فریب ترقی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے اور یہ سمجھنے لگ گئے کہ ترقی کا راز مغرب کی تقلید میں ہے۔ اسلام کی پیروی میں نہیں' بلکہ یہاں تک کہ اگر دنیا میں زندہ رہنا ہے تو ان مغربی نظاموں: جمہوریت' یا کیمونزم کو اپنانا ضروری ہے۔ یہ مرعوب اور شکست خوردہ ذہنیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی معاشرت' معیشت اور سیاست سب مغربی طرز کی ہو گئی ہیں اور تو اور جماعت اسلامی جو پاکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی دعوے دار ہے وہ بھی مغربی نظام جمہوریت کی دلدادہ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یہ دور ہی جمہورت کا ہے۔ خلافت کے زمانے لد گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی مغرب سے متاثر اور مرعوب ہونے کی دلیل ہے اور یہ مرعوبیت ہی حقیقت میں مسلمانوں کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے جو باطل سے مرعوب ہو' وہ باطل کا مقابلہ کیا کرے گا؟

اسلام سے محرومی کی وجہ

اسلام اپنی فطرت میں حاکم ہے۔ حکومت اس کا حق ہے۔ یہ احکم الحاکمین کا نظام

ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ یہ آتا ہی ان کے پاس ہے جو اس کے مقام کو پہچانتے اور اس کو حاکم مانتے ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت مغربی ہو، جو مغرب سے متاثر اور مرعوب ہوں، جو اسلام کے دین فطرت اور مکمل نظام حیات ہونے پر کامل ایمان نہ رکھتے ہوں۔ اسلام کا تفوق ان کے دل و دماغ میں رچا بسا ہوا نہ ہو اسلام ان کے پاس آتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان عملی طور پر اسلام سے محروم ہیں۔

مغرب کی تقلید کا نقصان

اس میں شک نہیں مغرب نے مادی ترقی بہت کی ہے، لیکن یہ ترقی غبارے کی مانند ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

مغرب کی ترقی ان نظاموں کی پیداوار ہے جو انکار خدا اور مادہ پرستی پر مبنی ہیں۔ جہاں اخلاق و آخرت کا کوئی تصور نہیں، صرف دنیا ہی دنیا ہے اور جو ترقی آخرت کے تصور کے بغیر ہو وہ مادے کی ترقی ہے۔ انسانیت کی وہ ترقی نہیں، انسانیت کا تو تنزل ہی ہے جو کسی وقت بھی انسانیت کی ہلاکت پر منتج ہو سکتی ہے۔ ترقی وہی جس میں انسانیت کی بھی ترقی ہو اور وہ اسلام کے نظام فطرت کے تحت ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی مغربی نظام اس کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس دور میں مادی ترقی تو بہت ہوئی ہے، انسانیت کی ترقی بالکل ہی نہیں ہوئی، بلکہ تذلیل ہی ہوئی۔ بلکہ انسانیت کی تذلیل جتنی اس دور میں ہوئی ہے شاید آج تک کبھی نہ ہوئی ہو اور اس کی وجہ یہ غیر فطری اور مصنوعی نظام ہے۔ جو مسلمان ملک اسلام چھوڑ کر مغربیت کی طرف لپکا وہ برباد ہی ہوا۔ ترکی اور مصر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ پاکستان کو بھی جمہوریت کے اس مغربی نظام نے ہی تباہ کیا ہے۔ اسلام کے جذبے نے مختلف قوموں کو جمع کر کے پاکستان بنا دیا تھا، لیکن جب پاکستان میں اسلام نہ آیا، جمہوریت آئی، الیکشن بازی شروع ہو گئی، تعصبتیں ابھر کھڑی ہوئیں۔ اسلام کا جذبہ باقی نہ رہا۔ پاکستان ٹوٹ گیا۔ اس جمہوریت نے نہ

صرف یہ کہ پاکستان کو دو ٹکڑے کیا' اس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آج ساری دنیا کے مسلمان چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹے ہوئے ہیں اور اسلامی جذبہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اتحاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ اسلام خلافت الٰہیہ کے تصور کے تحت ایک مرکز کی دعوت دیتا ہے' دینی اخوت اور مودت کے تحت عصبیتوں کو مٹاتا ہے۔ جمہوریت قوم پرستی کے تصور کے تحت عصبیت اور افتراق پیدا کرتی ہے۔ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے' مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ اس جمہوریت سے یہی نقصان نہیں ہوا کہ مسلمانون کی مرکزیت ختم ہو گئی اور وہ سیاسی طور پر کمزور ہو گئے اس سے یہ نقصان بھی ہوا کہ مسلمان عملی طور پر اسلام کو خیرباد کہہ گئے۔ آج مسلمان صرف رسمی طور پر ہی مسلمان ہے' عملی طور پر وہ اسلام سے بہت دور ہے۔ حتیٰ کہ اب وہ اسلام نہیں چاہتے جمہوریت چاہتے ہیں۔ پاکستان میں جو اسلام نافذ نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ کوئی ہندو یا انگریز نہیں۔ یہ جمہوریت زدہ مسلمان ہی اس کے لیے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان میں اسلام آئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت آئے' اگر پاکستانی مسلمان دل سے اسلام چاہتے ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ پاکستان میں اسلام نافذ نہ ہوتا۔ وہ اسلام چاہتے ہی نہیں وہ جمہوریت چاہتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان کہلاتے مسلمان ہیں' چاہتے جمہوریت ہیں۔ ان کو اسلام پسند ہی نہیں۔ اسلام دینی اور اخلاقی پابندیاں لگاتا ہے۔ حکومت کا سودا دماغ سے نکالتا ہے' جمہوریت چھٹی دیتی ہے اور حکومت کے خواب دکھاتی ہے۔ اسی لیے آج کل کے مسلمان نام کا اسلام چاہتے ہیں' کام کا اسلام نہیں چاہتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ نام اسلام کا رہے اور مرضی اپنی کرتے رہیں' تاکہ اسلام بھی ہاتھ سے نہ جائے اور چھٹی بھی ملی رہے۔

اسلامی جمہوریت کا مرکب

اسلام کی پابندیوں سے جان چھڑانے کے لیے ماڈرن مسلمانوں نے اسلام اور جمہوریت کو ملا کر ایک نیا مرکب تیار کیا ہے جس کا نام اسلامی جمہوریت ہے۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام کا حصہ بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ لوگ نسلی طور پر مسلمان ہوتے ہیں اور

تبرک کے لیے جمہوریت سے پہلے اسلام کا نام لگا لیتے ہیں اور ہوتی وہ جمہوریت ہی ہے۔
اسلام صرف نام کا ہوتا ہے۔ نظام جمہوریت کا ہی چلتا ہے۔ جو عوام چاہیں وہی ہوتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ عوام نہ چاہتے ہوں اور اسلام کا کوئی حکم نافذ ہو جائے۔ اسلامی جمہوریت میں کیوں کہ اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے اور دبا رہتا ہے' اس لیے جو کچھ مسلمانوں کی اکثریت کرتی جاتی ہے وہ سب اسلام سمجھا جاتا ہے۔ آج کل مزار بنانا۔۔۔ تعزیے نکالنا۔۔۔ گیارہویں دینا۔۔۔ مزاروں پر پھولوں کی چادریں چڑھانا۔۔۔ عرس اور میلے لگانا۔۔۔ میلاد اور مولود کروانا وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ یہ تمام بدعات اسی اصول کے تحت اسلام سمجھی جاتی ہیں ورنہ کہاں اسلام کہاں یہ جہالت کی رسمیں۔ اس جمہوری دور میں اسلام مسلمانوں کے لیے معیار نہیں' بلکہ مسلمان اسلام کے لیے معیار ہیں۔ اس جمہوری دور میں مسلمان اسلام سے اتنا بے گانہ ہو چکا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اسلام کہتے کسے ہیں' اس کی پہچان کیا ہے' کسی نے جمہوریت کو اسلام سمجھ لیا ہے' کسی نے سوشلزم کو اسلام بنا لیا' کوئی مسلمان کے رسوم ورواج کو اسلام سمجھتا ہے۔ کوئی اپنی مرضی کو اسلام کہتا ہے۔ یہ سمجھ الا ماشاء اللہ ہی کسی کو ہے کہ اسلام اپنے بنائے ہوئے مذہبوں اور رسم ورواج کو نہیں کہتے۔ اسلام تو اللہ کا دین ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اگر وہ خالص ہے ملاوٹ سے پاک ہے' تو اسلام ہے۔ ذرا بھی ملاوٹ یا ردوبدل ہے تو کفر ہے' اسلام نہیں ہے۔ اسلام تو ملاوٹ کو بالکل برداشت نہیں کرتا۔ جیسے اللہ مشرک کی خالص عبادت کو بھی جو وہ اللہ کے لیے کرتا ہے قبول نہیں کرتا صرف اس وجہ سے کہ وہ مشرک ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ملاوٹ کرنے والے کی خالص چیز کو بھی قبول نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ ملاوٹ کا مجرم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ محمد ﷺ کے لائے ہوئے اسلام کے تابع رہیں تو مسلمان ہیں' اسلام کو اپنے تابع بنانے لگ جائیں تو کافر ہیں۔ اس سے وہ خرابی ہوتی ہے جس کی سزا سارا جہان بھگتتا ہے۔

﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾

[23:المؤمنون:71]

اسلامی جمہوریت بھی کامیاب نہیں

ماڈرن مسلمانوں نے اسلامی جمہوریت کا مرکب تیار تو کر لیا ہے لیکن یہ نسخہ کامیاب نہیں ہوا۔ آج دنیا کے کسی ملک میں اسلامی جمہوریت نام کی عملاً کوئی چیز موجود نہیں' بلکہ مسلمانوں میں جہاں بھی یہ جمہوریت ہے سیاسی انتشار ہے اور بے راہ روی کی سی کیفیت ہے۔ وہاں نہ اصلی جمہوریت ہے' نہ اصلی اسلام۔ دونوں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے۔ اسلام بھی اپنی مرضی کا' جمہوریت بھی اپنی مرضی کی۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا'' والی مثال ہے۔ مسلمان ملکوں میں جمہوریت کے ناکام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمہوریت مسلمانوں کے مزاج کے خلاف ہے۔ اسلام میں دین اور سیاست ایک اکائی کا حصہ ہے۔ اسلامی اثر کے تحت مسلمانوں کا جو مزاج بن گیا ہے وہ اس کو قبول نہیں کرتا۔ اسلام جو اپنی فطرت میں حاکم ہے' کیوں کہ احکم الحاکمین کا نظام ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اگر عوام مسلمان ہیں تو حکومت میری ہو۔ عوام ہر شعبہ زندگی میں میرے تابع ہوں' جمہوریت چاہتی ہے ملک کا نظام عوام کے تابع ہو۔ مذہب کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس طرح مسلمان ملکوں میں مذہب اور جمہوریت میں رسہ کشی رہتی ہے۔ استحکام کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ نہ مذہب کو' نہ جمہوریت کو۔ مغربی ممالک میں جمہوریت جو کسی حد تک کامیاب ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں مذہب اور جمہوریت میں رسہ کشی نہیں۔ وہاں سیاست کے میدان میں جمہوریت اکیلی ہوتی ہے' جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ مذہب سے مقابلہ نہیں ہوتا۔ وہاں مذہب اور سیاست کے شعبے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وہاں مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے۔ سیاست میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ مغربی ممالک میں اسلامی جمہوریت والا فراڈ نہیں ہوتا کہ جمہوریت کو مذہب کا برقعہ پہنایا جائے۔ وہاں جمہوریت اپنے اصلی روپ میں ننگی ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی ظاہری دلکشی کی وجہ سے وہ کامیاب رہتی ہے۔ مسلمان ملکوں میں جمہوریت کے ناکام ہونے کی دوسری اصلی وجہ یہ ہے کہ جب مسلمان اسلام کا وفادار نہیں رہتا تو اللہ کی لعنت کے تحت وہ کسی کا بھی وفادار نہیں ہوتا۔ اس سے غداری ہوتی رہتی ہے۔ جب وہ اسلام کا غدار ہو گیا تو اللہ اسے

جمہوریت کا بھی وفادار نہیں بننے دیتا۔ جب وہ مسلمان ہو کر اپنی آخرت کو برباد کرتا ہے تو اللہ اس کی دنیا کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ جب مسلمان اعلیٰ چیز کو رد کر دیتا ہے تو اللہ اسے ادنیٰ بھی نہیں لینے دیتا۔ اس لیے کافر تو جمہوریت سے فائدہ اٹھاتے ہیں' مسلمان اس سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اسلام وہ نظام ہے جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جب مسلمان اسلام سے منہ پھیرتا ہے تو اللہ اسے جمہوریت سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ جو صرف دنیا کا دھندہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان ملکوں میں نہ اسلام ہے' نہ جمہوریت۔ اسلام مسلمانوں نے نہیں رکھا' جمہوریت اللہ نے نہیں دی۔ یہ اسلامی جمہوریت والا ذہن ہی ہے جو پاکستان کے کرتا دھرتا ایک طرف تو کہتے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے' جو اسلام کے لیے بنی ہے۔ دوسری طرف وہ اسے جمہوری بنانا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ پاکستان اگر اسلامی ملک ہو گا تو جمہوری کیسے ہو گا؟ اگر جمہوری ہو گا تو اسلامی کیسے رہے گا۔ کسی ملک کے اسلامی ہونے کے تو معانی ہی یہ ہیں کہ وہاں صرف اسلام ہو۔ اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب یا ازم نہ ہو' کیوں کہ اسلام تو اپنے سوا سب مذاہب کو باطل کہتا ہے' اور مٹاتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام آیا ہی باطل کو مٹانے کے لیے ہے۔

﴿ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾[17:الاسراء:81]

جونہی حق آیا باطل گیا۔ کسی ملک کے جمہوری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہاں مذہب سے آزادی ہو۔ ہر کوئی جو چاہے نظریہ رکھے' اسلام کے خلاف یا اسلام کے حق میں۔ مذہب ہر ایک کا پرائیویٹ معاملہ ہو جیسا کہ جمہوری ملکوں میں ہوتا ہے۔ جمہوریت میں سوشلزم اور کیمونزم کے لیے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ ہر قسم کا کفر پھل پھول سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں جوں جوں جمہوریت کے لیے کوشش ہوئی اسلام غائب ہوتا چلا گیا۔ آج حالت یہ ہے کہ جس اسلام نے پاکستان کو جنم دیا تھا وہ اسلام مغلوب ہے اور جمہوریت کی پیدا کردہ خاردار جھاڑیاں از قسم سوشلزم' کیمونزم اور نیشنلزم غالب ہیں اور غالب بھی ایسی کہ اب پاکستان میں اسلام کا گزر مشکل ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہوا کہ اللہ نے بالکل آخری لمحے جنرل ضیاء کے ہاتھوں جمہوریت کو بریک لگوادی اور پاکستان بچ گیا' ورنہ اگر جمہوری عمل

جاری رہتا یا اب بھی جاری ہو جائے تو اسلام اور پاکستان دونوں کا خاتمہ ہے۔ اس لیے جمہوریت کو بالکل ختم کر کے اسلام کو نافذ کرنا چاہیے۔ تو شاید پاکستان بچ جائے' ورنہ اگر اسلامی جمہوریت کا یہ فریب کام کرتا رہا تو پاکستان نہیں بچ سکتا۔ پاکستان اسلام کے لیے بنا ہے اور اسلام ہی پاکستان کو بچا سکتا ہے۔ اگر پاکستان میں اسلام نہ آئے تو پاکستان نہیں بچ سکتا اور جمہوریت کے ہوتے ہوئے اسلام کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا 35 سال کی پاکستان کی تاریخ اس پر شاہد عدل نہیں کہ جوں جوں جمہوریت کے لیے کوشش ہوئی اسلام ختم ہوتا چلا گیا۔ جب اسلام اور جمہوریت میں ہے ہی تضاد تو ایک کی موجودگی میں دوسرا کیسے آسکتا ہے؟

جمہوریت کیا چیز ہے؟

جمہوریت کی مسلمہ تعریف یہ ہے:

Government of People by the People for the People

حُکْمُ النَّاسِ عَلَی النَّاسِ لِلنَّاسِ

لوگ اپنے اوپر خود حکومت کریں۔ اللہ کی حاکمیت کا کوئی تصور نہ ہو۔ جمہوریت میں غلبہ ہمیشہ عوام کا ہوتا ہے اور عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ اکثریت ہمیشہ گندے اور بے دین لوگوں کی ہوتی ہے' جو اسلام کی پابندیوں سے بھاگتے ہیں اور آزادی چاہتے ہیں۔ اور یہ جمہوریت کی آزادی پہلے سرمایہ داری کو جنم دیتی ہے' جس کے رد عمل میں سوشلزم اور کمیونزم پیدا ہوتے ہیں جس سے پھر اسلام کا بھی خاتمہ ہوتا ہے اور جمہوریت کا بھی۔ سمجھ نہیں آتا کہ آج کل کا مسلمان ایسا بے بصیرت کیوں ہو گیا ہے؟ کہ وہ مسلمان ہو کر جمہوریت کا مطالبہ کرتا ہے۔ کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ جمہوریت ایک سیاسی نظام ہے جو کافروں نے ایجاد کیا ہے' جس میں خدا کا کوئی تصور نہیں۔ دین اسلام کی اس کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں۔ مذہب اس میں ایک پرائیویٹ معاملہ ہے۔ اگر یہ نظام مسلمانوں میں رواج پا جائے تو یہ اسلام نہیں رہتا۔ جمہوریت جب اسلام کی ضد ہے اور کفر ہے تو اس کی تقسیم اسلامی اور

غیر اسلامی بھی نہیں ہو سکتی کہ ایک کو اسلامی جمہوریت کہا جائے دوسری کو غیر اسلامی یا مغربی۔ کفر بھی کبھی اسلامی اور غیر اسلامی ہو سکتا ہے؟ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے 'کفر کبھی اسلام نہیں ہو تا۔ پلیدی کبھی پاک نہیں ہوتی۔ جمہوریت فی نفسہٖ اگر کوئی اچھی چیز ہے تو وہ اچھی ہے۔ پھر اس کے مغربی اور مشرقی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر وہ فی نفسہٖ کوئی بری چیز ہے تو وہ بری ہے۔ پھر اس کے اسلامی ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اچھی چیز جہاں بھی ہو اچھی ہے۔ بری چیز جہاں بھی ہو بری ہے۔ اسلام ہر جگہ اسلام ہے۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ کفر ہر جگہ کفر ہے' مغرب میں ہو یا مشرق میں۔ جمہوریت اس لیے کفر نہیں کہ وہ مغربی ہے' جمہوریت اس لیے کفر ہے کہ وہ جمہوریت ہے' اسلام نہیں۔ اور جو اسلام نہ ہو بلکہ اسلام کی ضد ہو وہ کفر ہے۔ اسلام اور جمہوریت میں صریحاً تضاد ہے۔ اسلام میں حاکم اللہ ہے' جمہوریت میں حاکم عوام ہیں۔ وہ عوام کافر ہوں یا مسلمان۔ عوام کے مسلمان ہونے سے جمہوریت نہیں بدلتی۔ جمہوریت کا اصول وہی رہتا ہے۔ حکومت اللہ کی نہیں بلکہ عوام کی۔ عوام خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں' جمہوریت مسلمانوں میں ہو یا کافروں میں' جیسے زنا ہے کرنے والا کوئی ہو' یہ نہیں کہ کافر کرے تو زنا ہے' مسلمان کرے تو نکاح ہے۔ جب زنا کہتے ہی مرد عورت کے ناجائز اور غیر قانونی تعلق کو ہیں تو یہ فعل جہاں بھی ہو گا زنا ہو گا اور حرام ہو گا۔ ایسے ہی جمہوریت مسلمانوں میں ہو' یا کافروں میں' جب تک جمہوریت ہے' کفر ہے' کیوں کہ اس میں حکومت کا حق عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ ملک میں جو عوام چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ ہمیں اسلامی جمہوریت کو جانچنے کے لیے جمہوریت کو دیکھنا چاہیے کہ جمہوریت کیا چیز ہے نہ کہ عوام کو؟ عوام تو بدلتے رہتے ہیں لیکن جمہوریت نہیں بدلتی۔ کیوں کہ یہ ایک نظام ہے' نظام نہیں بدلا کرتا' جمہوریت اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ اصول ایک ہی ہوتا ہے' کہ چلے گی اکثریت کی خواہ حق کے خلاف ہو یا موافق۔ عملاً حاکمیت عوام کی ہو گی۔ وہ عوام مسلمان ہوں یا کافر۔ جمہوریت جیسا کہ عام طور پر دھوکا لگتا ہے آزادی رائے اور حق گوئی و بے باکی کو نہیں کہتے۔ جمہوریت عدل و مساوات اور عوام کی خیر خواہی کو بھی نہیں کہتے۔ بعض شخصی حکومتوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کے باوجود وہ حکومتیں

جمہوری نہیں کہلاتی۔ جمہوریت الیکشنوں کے نظام کو کہتے ہیں۔ اگر الیکشن ہوتے رہیں۔ عوام اپنا حکومت کا حق ووٹوں کے ذریعے استعمال کرتے رہیں۔ طالع آزماؤں کو طالع آزمائی کا موقع ملتا رہے' تو جمہوریت ہے ورنہ نہیں۔ جمہوریت سوشلزم اور کیمونزم۔۔۔ یہ سب حسد کی پیداوار ہیں۔ جو غلط قسم کی حکومتوں کے رد عمل کے طور پر پیدا ہوئی ہیں کہ ایک ہی آدمی یا ایک ہی خاندان مالک و حاکم بن کر مزے کرے اور ہم محروم رہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟اسلام کہتا ہے حکومت کسی کا بھی حق نہیں۔ حکومت صرف اللہ کا حق ہے۔ اس لیے حکومت کی آرزو کوئی نہ کرے۔ پھر اللہ جس کو اسلامی اصولوں کے تحت خلیفہ بنادے' جس کا کام صرف اللہ کے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے' اپنے اوپر بھی اور اوروں پر بھی۔ اس کو حکومت کرنے کا حق ہے۔ وہ بھی جیسے اللہ کا حکم ہو۔ اللہ کے حکم سے آزاد حاکم کا تو اسلام میں تصور ہی نہیں۔ یونہی کسی نے اپنی چلائی' وہ اللہ کا باغی ٹھہرا۔

جمہوریت شرک و کفر ہے

عوام کو حاکمیت کا درجہ دینے کی وجہ سے یہ جمہوریت کفر ہے۔ اسلام میں یہ درجہ اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ حاکمیت اور خود مختاری صرف اللہ کا حق ہے۔ اسلام یہ حق کسی کو نہیں دیتا۔ نہ کسی نبی کو' نہ کسی ولی کو' نہ کسی فرشتے کو' نہ کسی جن کو۔ نہ عوام کو' نہ خواص کو' نہ شخص واحد کو جیسا کہ آمریت میں ہوتا ہے' نہ کسی جماعت کو جیسا کہ جمہوریت یا دیگر نظاموں میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[3:آل عمران :79]

یعنی کسی انسان کو یہ لائق نہیں کہ اللہ تو اسے صاحب کتاب و حکم نبی بنائے اور وہ لوگوں کو اپنے بندے بنائے۔ ان پر حکومت کرے۔ نبی تو یہی کہے گا کہ اللہ کے بندے بنو' اس کا حکم مانو' نبی یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ۔ اللہ کے سوا کسی اور کو ایسا درجہ دینا تو کفر ہے۔ کیا پیغمبر مسلمانوں کو ایسے کفر کا حکم دیتا ہے۔

اسلام میں حکومت صرف اللہ کا حق ہے اور حکومت سے مراد صرف حکم اور قانون ہے۔ جس کا حکم اور قانون چلے گا اسی کی حکومت ہوگی۔ اگر اللہ کا حکم بغیر کسی کی منظوری کے جاری ہوتا ہے تو اللہ کی حکومت ہے۔ اگر عوام کا منظور شدہ دستور و قانون نافذ ہو اور عوام کی منظوری کے بغیر اللہ کا حکم بھی جاری نہ ہو تو جمہوریت ہے۔ اقامت صلوٰۃ اللہ کا حکم ہے اور فرض ہے' حکومت وقت کے فرائض میں شامل ہے' لیکن اسلامی جمہوریتوں میں اقامت صلوٰۃ کا حکم اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا' جب تک اسے عوام کی منظوری حاصل نہ ہو' اسمبلی قانون پاس نہ کرے۔

اسلامی جمہوریت اور اسلامی نظام کا فرق

اسلام کا کوئی قانون کتنا بھی اہم اور واضح کیوں نہ ہو جب تک اسے ملک کی مقننہ قانون کا درجہ نہ دے اس وقت تک وہ اسلامی جمہوریہ میں قانون نہیں بن سکتا۔ اسلامی جمہوریہ میں اسلام کے ہر حکم کا یہی حال ہوتا ہے کہ اسے قانون کا درجہ دینے کے لیے عوام کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے' لیکن اگر ملک میں اسلامی جمہوریت کی بجائے' اسلامی نظام ہو تو ایسا نہیں ہوتا۔ اسلامی نظام میں اللہ کا ہر حکم جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو جائے قانون کا درجہ رکھتا ہے اور نافذ العمل ہوتا ہے۔ کسی عوامی یا خصوصی ادارے کی منظوری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلامی نظام میں تصور یہ ہوتا ہے کہ حاکم اللہ ہے۔ حکومت اس کی ہے۔ جو حکم اللہ کے نبی کے ذریعے آچکا ہے وہ نافذ العمل ہے اور ملک کا قانون ہے۔ اس کے لیے کسی قانون سازی یا منظوری کی ضرورت نہیں۔ وہ جیسے ایک عام آدمی پر لاگو ہے ویسے ہی خلیفہ پر لاگو ہے۔ سب اللہ کے محکوم ہیں' اللہ کے حکم سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ اسلامی جمہوریت میں چونکہ حکومت عوام کی ہوتی ہے اس لیے عوام کی منظوری کے بغیر اسلام کا کوئی حکم بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت میں یہی فرق ہے۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں عوام اسلام کے تابع ہوتے ہیں' پاکستان کو اسلامی جمہوریہ بنے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا لیکن آج تک پاکستان میں نماز کا حکم جاری نہیں

ہوا کیوں کہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت ہے اسلامی نظام نہیں۔ جہاں اسلام عوام کے تابع ہے لہٰذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلامی جمہوریتوں میں اسلام نہیں ہوتا۔ جمہوریت ہوتی ہے' وہی جمہوریت جو مغرب میں ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہاں عوام مسلمان نہیں ہوتے غیر مسلم ہوتے ہیں۔ یہاں عوام رسمی طور پر مسلمان ہوتے ہیں۔ نظام ایک ہی ہوتا ہے' یعنی حاکمیت عوام کی ۔ عوام جو چاہیں وہی ہو اور یہ کفر ہے۔ کیوں کہ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت ہو نہیں سکتی۔ ہو بھی کیسے ؟ جب مخلوق اللہ کی تو حکم بھی اللہ کا چلنا چاہیے نہ کہ مخلوق کا۔ جب والد زندہ اور قائم ہو تو اولاد پر حکم والد کا چلنا چاہیے نہ کہ اولاد کا۔ جب مالک موجود ہو تو حکم مالک کا چلنا چاہیے' نہ کہ محکوم کا۔ قرآن مجید میں ہے :﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ [7:الاعراف:54] جب مخلوق اللہ کی تو حکم اور قانون بھی اسی کا۔ جو حاکم زمین پر اپنا حکم نہ چلائے بلکہ اللہ کا حکم چلائے وہ منتخب ہو یا غیر منتخب وہ جائز حاکم ہے۔ وہ اللہ کا نائب (وائسرائے) اور خلیفہ ہے اور جو اپنا حکم چلائے خواہ وہ عوام کا منتخب کردہ ہی ہو' وہ ناجائز حاکم ہے۔ وہ اللہ کا شریک اور اس کو منتخب کرنے والے عوام اس کو اللہ کا شریک بنانے والے ہیں' جو صریحاً شرک اور ارتداد ہے۔ روئے زمین پر جو اپنا حکم چلاتا ہے' وہ فرد واحد ہو یا جماعت سب باغی ہیں۔ اس طرح اسلام نہ آمریت کو برداشت کرتا ہے' نہ جمہوریت کو۔ ہمارا جمہوریت زدہ طبقہ' آمریت کے تو سخت خلاف ہے' لیکن جمہوریت پر جان دیتا ہے۔ وہ بے دینی اور جہالت کی وجہ سے جمہوریت کو اپنا دین ایمان سمجھتا ہے۔ حال آنکہ اسلام کی رو سے دونوں کفر ہیں۔ کیوں کہ دونوں اپنی اپنی حاکمیت کے قائل ہیں۔ کیوں کہ اپنا اپنا قانون چلاتے ہیں۔ آمریت میں شخص واحد اپنا حکم چلاتا ہے' اور من مانی کرتا ہے۔ جمہوریت میں اکثریت اپنا حکم چلاتی ہے' جب سب انسان ہیں' سب مخلوق ہونے میں برابر ہیں' تو ایک دوسرے پر حکم چلانے کا کیا حق ہے ؟ حکومت کا حق صرف مخلوق کے خالق' مالک اور رازق کو ہی ہو سکتا ہے' یا پھر جس کو اللہ اپنے حکم کے تحت حکومت کرنے کا حق دے اور کسی کو نہیں۔ جب حکومت کرنا صرف اللہ کا حق ہے تو حاکمیت اللہ کی خاص صفت ہوئی اور اللہ کی کسی خاص صفت میں' کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ جمہوریت اللہ کی اس خاص صفت میں

عوام کو شریک ٹھہراتی ہے' اس لیے جمہوریت ایک واضح شرک ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

1--﴿ اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾[7:الاعراف:54]

سن لو! مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکومت کا حق بھی اسی کو ہے۔

2-- ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ﴾[6:الانعام:57]

حکم صرف اللہ کا چلتا ہے۔

3--﴿ وَلاَ يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖ اَحَدًا ﴾[18:الکھف:26]

اللہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

4--﴿ اَلاَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ ﴾[6:الانعام:62]

خبردار! حکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے' اور وہ سب سے جلدی حساب لینے والا ہے۔ (خصوصاً ان سے جو اللہ کا یہ حق غیروں کو دیتے ہیں)

5- ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾

[42:الشوری:21]

کیا ان کے ایسے معبود ہیں جو ان کے لیے ایسی قانون سازی کرتے ہیں جس کی اللہ نے انھیں اجازت نہیں دی۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ جیسے معبود ہونے میں یکتا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں' جیسے غیر اللہ کی عبادت کرنے والا مشرک ہے' ایسے ہی عوام کی حاکمیت کا قائل و فاعل بھی مشرک ہے۔ وہ عبادت میں شریک ٹھہراتا ہے' یہ حاکمیت میں۔ چوں کہ جمہوریت عوام کی حاکمیت کی قائل ہے' اس لیے جمہوریت کھلا ہوا شرک ہے۔

جمہوریت مغرب کی کج فکری پر مبنی ہے

جمہوریت کفر و شرک ہونے کے علاوہ ویسے بھی کج فکری پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد ہی صحیح نہیں۔ جمہوریت عوام کی حاکمیت کی قائل ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عوام حاکم ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر محکوم کون ہے ؟ اگر عوام محکوم ہیں تو پھر حاکم کون ہے۔ ایک ہی

ذات حاکم و محکوم نہیں ہو سکتی۔ حاکمیت اور محکومیت دو متضاد وصف ہیں' جو ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حیف ہے ان مسلمانوں پر جو بے سوچے سمجھے مغرب کی تقلید میں ایسی جمہوریت کے قائل ہیں۔ جمہوریت کہتی ہے: ''عوام خود مختار ہیں' حکومت ان کا حق ہے' وہ جس کو چاہیں حکومت کا اختیار دے کر بے اختیار ہو جائیں'' وہ خود مختار کیسا؟ عوام جب ووٹ دے دیتے ہیں تو بے اختیار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ مسلط ہونے والے اپنے منتخب کردہ نمائندوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ ان کی حاکمیت و خود مختاری جاتی رہتی ہے۔ جن کو وہ اپنے نمائندے کہتے ہیں' ان کے وہ محکوم ہو جاتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے' حاکم و خود مختار صرف اللہ ہے' جو ہمیشہ حاکم و خود مختار ہوتا ہے۔ کبھی محکوم و بے اختیار نہیں ہوتا۔ اسلام میں کاروبار مملکت چلانے کے لیے خلافت کا منصب ہے۔ خلیفہ اور عوام سب اللہ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ خلیفہ کو اختیارات عوام نہیں دیتے' وہ اختیارات کے لیے عوام کا محتاج نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اسلام میں اختیارات کا سرچشمہ عوام نہیں اللہ ہے۔ خلیفہ اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت بنتا ہے۔ عوام کے انتخابی اصولوں کے تحت نہیں بنتا۔ اس لیے وہ عوام سے اطاعت کروا سکتا ہے' وہ اللہ کے حکم کے تحت عوام پر حکومت کرتا ہے۔ جمہوریت میں عوام ہی حاکم اور عوام ہی محکوم' عوام کے نمائندے عوام پر ہی حکومت کرتے ہیں۔ عوام کی حاکمیت اور پھر عوام کی نمائندگی اور پھر اپنے نمائندوں کی محکومیت --- یہ ایسا غلط اور پر فریب تصور ہے جو جمہوریت کے کافرانہ اور غلط نظام میں ہی چل سکتا ہے۔ اسلام کے فطری نظام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

جمہوریت کسی صورت بھی اسلام کا سیاسی نظام نہیں ہو سکتی

اسلام عقائد اور اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ عقائد کو ہم نظریہ حیات کہہ سکتے ہیں اور اعمال کو نظام حیات۔ جس طرح اعمال عقائد کی فرع ہیں یعنی عقائد سے اعمال پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نظام حیات نظریہ حیات سے تشکیل پاتا ہے۔ جیسا نظریہ حیات ویسا نظام حیات تشکیل پائے گا۔ اگر نظریہ حیات اسلامی ہے تو نظام حیات اسلامی وجود میں آئے گا

اگر نظریہ حیات غیر اسلامی ہے تو نظام حیات غیر اسلامی ظہور پذیر ہوگا۔ اسلام اور کفر کے جب نظریات مختلف ہیں تو ان کے نظاموں کا مختلف ہونا یقینی امر ہے۔ جمہوریت مسلمانوں کا سیاسی نظام کیسے ہو سکتی ہے ؟ اسلام کے نظریہ حیات کے تحت مسلمانوں کے سیاسی نظام کی غرض و غایت اور ہے کافروں کے نظریہ حیات کے تحت ان کے سیاسی نظام کی غرض و غایت اور ہے۔ جب اسلام کے نظریہ حیات کے تحت انسان کی تخلیق کی غرض و غایت اللہ کی بندگی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ ﴾[51:الذاریات:56]

تو اسلام کے نظام حیات کی مجموعی غرض و غایت بھی یہی ہوگی۔ کیوں کہ اسلام کے نظریہ حیات اور اس کے نظام حیات میں مطابقت کلی کا ہونا لازمی ہے۔ جب اسلام کے نظام حیات کی مجموعی غرض و غایت اللہ کی بندگی ہے تو اس کے تینوں نظاموں : نظام معاشرت ‘معیشت اور سیاست کی فرداً فرداً بھی یہی غایت ہوگی۔ ان تینوں نظاموں میں ربط باہمی ایسا ہے کہ یہ تینوں باہم مدغم ہو کر کسی نظام حیات کی اکائی بناتے ہیں۔ اسلام میں ان تینوں نظاموں میں پوری ہم آہنگی اور یگانگت ہے ‘کیوں کہ ان تینوں کے احکام ایک مرکز ہے ایک مقصد کے تحت جاری ہوتے ہیں اور وہ مقصد اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے۔ جب اللہ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے تو امتحان کے لیے انسان کو تین چیزیں دی ہیں۔ مال ‘ جان اور قدرت و اختیار۔ اللہ دیکھتا ہے کہ انسان ان کو اپنی مرضی سے آزادانہ استعمال کرتا ہے یا ان تینوں کے استعمال میں اللہ کی رضا اور اس کی بندگی ‘اس کے ملحوظ خاطر رہتی ہے۔ اگر وہ ان تینوں نعمتوں کو جو بنیاد ہیں ‘ معاشرت ‘معیشت اور سیاست کی۔ اللہ کے حکم کے تحت اس کی رضا میں استعمال کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد حیات میں کامیاب ورنہ ناکام ہے۔ جب اسلام کے نظام حیات کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کی بندگی ہے تو جمہوریت اسلام کا نظام سیاست نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ جمہوریت کا مقصد اللہ کی بندگی نہیں ‘بلکہ حکومت کی بندگی ہے۔ جمہوریت تو حکومت چاہتی ہے ‘وہ کہتی ہے کہ حکومت سب کا حق ہے ‘اکیلا کوئی کیوں حکومت کرے۔ عوام کو چاہیے کہ وہ حصول اقتدار کی خاطر الیکشن لڑیں اور حکومت

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہر تین یا پانچ سال بعد آئین ہوں کہ حکومت کرنے کا سب
کو باری باری موقع ملے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت کسی بھی انسان کا حق نہیں' اس لیے
حکومت کی آرزو کوئی نہ کرے۔ یہ ان کے مقصد حیات کے خلاف ہے۔ حکومت حق نہیں'
ایک ذمہ داری اور بوجھ ہے۔ اس لیے ہر ایک اس سے گریز کرے۔ جب اسلام اور جمہوریت
کے مقاصد و مسالک میں اتنا فرق ہے تو وہ دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں ؟ جمہوریت اسلام کا
نظام سیاست اس لیے بھی نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں نظاموں میں حکومت کے مقاصد مختلف
ہیں' اسلامی نظام میں حکومت کا مقصد' اللہ کے قانون کو جاری کر کے اللہ کی حاکیت کو قائم
کرنا ہے۔ جب واقعتاً اللہ حاکم ہے' اس کے سوا کوئی حاکم نہیں تو اس کی حاکیت قائم کیوں نہ
ہو۔ اسلامی حکومت کا اولین فرض اللہ کی حکومت کا قیام ہے۔ امن و امان کا قیام' اسلامی
حکومت کا لازمہ تو ہے مقصد نہیں' کیوں کہ یہ مقصد حیات نہیں۔ بلکہ مقصد حیات کے لیے
ایک ذریعہ ہے۔ دنیا میں امن و امان اس لیے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ امن و سکون کے ساتھ
اپنے مقصد حیات کو پورا کر سکیں۔ مقصد حیات کی تحصیل میں ان کو کوئی دقت نہ ہو۔ جب
اسلام میں حکومت کا مقصد اللہ کے احکام کی تعمیل کرنا اور کرانا ہے۔ کسی کی حکومت قائم کرنا
نہیں تو یہ کام جمہوری نظام کے تحت نہیں ہو سکتا۔ یہ کام عوام نہیں کر سکتے۔ یہ کام وہی کر
سکتا ہے جو اللہ کے احکام کو خوب سمجھتا ہو اور ان پر عمل پیرا ہو اور تعمیل احکام الٰہیہ کی پوری
صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کا انتخاب بھی عوام کا کام نہیں۔ یہ کام ان لوگوں کا ہے جو خود
اللہ کے احکام کے پابند ہوں اور صاحب الرائے ہوں۔ ان کی رائے معاشرے میں وزن رکھتی
ہو۔ جب اسلامی حکومت کے یہ تقاضے ہوں تو ایسی حکومت جمہوری اصولوں سے کیسے قائم
کی جا سکتی ہے۔ ایسی حکومت کے قیام کو جمہوریت کے تحت عوام کے ہاتھوں میں دینا ایسے ہی
ہے جیسے گھر کا نظام والدین سے چھین کر بچوں کے سپرد کر دینا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت
اسلامی نظام حیات میں کسی طرح بھی فٹ نہیں آتی' کیوں کہ اسلام کے تقاضے بالکل اور
ہیں۔ مسلمانوں نے اسلام کے مزاج کو تو نہ سمجھا' بلکہ اندھا دھند مغرب کی تقلید میں
جمہوریت کو اپنا نظام سیاست اپنا لیا۔ جس کا نتیجہ یہ رہا کہ آج مسلمانوں کی معاشرت اور

معیشت دونوں غیر اسلامی ہیں۔ معاشرت' معیشت اور سیاست ایک ہی جسم کے اعضا ہیں' جن میں روح ایک ہے۔ یہ تینوں نظام باہم ایسے مربوط ہیں کہ ان کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سیاست مغربی اختیار کر لی جائے اور معاشرت اور معیشت کو اسلامی رکھ لیا جائے۔ سیاست معاشرت و معیشت دونوں کی کنٹرولر ہے۔ جیسی سیاست ہو گی ویسی معاشرت و معیشت ہو گی۔ کیوں کہ وہ دونوں سیاست کے تابع ہیں۔ اس کے علاوہ ان تینوں نظاموں میں' ربط و ضبط باہمی بھی ایسا ہے کہ جب ایک بدلے گا تو منطقی طور پر دوسرا ضرور بدل جائے گا۔ یہ تینوں نظام مل کر کسی نظام حیات کی اکائی بناتے ہیں۔ ان کے ربط باہمی کو کسی صورت بھی توڑا نہیں جا سکتا۔ یہ جب بدلتا ہے پورا سیٹ کا سیٹ بدلتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک بدل جائے اور دوسرا نہ بدلے۔ جب مسلمان انگریز کی غلامی میں آئے ان کا نظام سیاست جمہوریت ہوا تو مسلمانوں کا پورا نظام حیات بدل گیا۔ جب مسلمانوں کی سیاست مغربی ہوئی تو ان کی معاشرت و معیشت بھی مغربی ہو گئی اور جب کسی قوم کے یہ تینوں نظام مغربی ہو جائیں تو اس قوم کا نظام حیات اسلامی کیسے رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلمان اسلام سے بہت دور ہیں اور نفاذ اسلام ان کے لیے ایک لاینحل مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جتنی وہ جمہوریت کے لیے کوشش کرتے ہیں اتنے وہ اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں۔

بہت بڑا مغالطہ

جمہوریت کی طرف سے مسلمان بہت بڑے مغالطے میں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت کوئی اسلامی چیز ہے' حالاں کہ جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہی۔ جمہوریت کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے خلافت راشدہ سے عدل و مساوات کی مثالیں دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جتنی جمہوریت اسلام میں ہے اتنی اور کسی مذہب میں نہیں۔ بلکہ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جمہوریت مغرب نے اسلام سے سیکھی ہے۔ اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ جس میں تقریباً آج کل کے اکثر مسلمان مبتلا ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں جو آزادی رائے یا عدل و مساوات مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کا عنصر موجود ہے وہ جمہوریت نہیں' نہ اسلام اسے

جمہوریت کہتا ہے نہ جمہوریت کی تعریف میں یہ آتا ہے۔ اسلام میں اس کو حق یا نصیحت کہتے ہیں۔ چنانچہ تمیم داریؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلاَ ثًا)) تین دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ دین اسلام نصیحہ کو کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ((لِلّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلاَ ئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ))[1] اللہ کے لیے' اللہ کی کتاب کے لیے' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے' مسلمان حاکموں کے لیے اور مسلمان عوام کے لیے۔ یعنی ہر حق والے کا حق ادا کرنا اسلام ہے۔ اسی کو عدل و مساوات کہتے ہیں۔ اسی کو دوسروں کی خیر خواہی کہتے ہیں۔ اس کو جمہوریت ہرگز نہیں کہتے۔ جمہوریت ایک سیاسی نظام ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام اپنے اس حق کو الیکشنوں کے ذریعے استعمال کریں۔ جب ہی جمہوری ملکوں میں ہر تین یا پانچ سال کے بعد الیکشن ہوتے ہیں۔ حقیقت میں جسے جمہوریت کہتے ہیں وہ اسلام میں نہیں اور جو عوام کی خیر خواہی وغیرہ اسلام میں ہے وہ جمہوریت نہیں۔ نہ اسلام میں جمہوریت ہے' نہ جمہوریت میں اسلام ہے۔ آج کل کا بے بصیرت مسلمان اس حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ وہ جمہوریت کو ہی اسلام سمجھتا ہے۔ بحالی جمہوریت کو ہی نفاذ اسلام کا نام دیتا ہے۔ وہ نفاذ اسلام کی بجائے بحالی جمہوریت کے لیے کوشاں ہے۔ وہ اس کے لیے جان دینے کو شہادت سمجھتا ہے۔ حال آنکہ حرام کی موت ہے کیوں کہ جمہوریت ایک کافرانہ سیاسی نظام ہے جو اسلام کی ضد ہے اس کی بحالی کے لیے جان دینا جان کو ضائع کرنا ہے۔ اسی نے مسلمانوں کے دین و ایمان کو بگاڑا ہے۔ اسی کی وجہ سے آج مسلمان اسلام سے دور اور اپنے اسلامی کردار سے محروم ہوئے ہیں۔ اسلام مسلمانوں کو توحید سکھاتا ہے' یہ مشرک بناتی ہے۔ اسلام ایک خدا کا مطیع بنا کر وحدت ملی کا

---

[1] (مسلم : کتاب الایمان 'باب بیان ان الدین النصیحة' رقم 95...ارواه الغليل 62/1 رقم 26'ابوداؤد : کتاب الادب ' باب فی النصیحة ' عن سهیل بن ابی صالح.. مسند احمد 103/4 رقم 16494-16498-16499)

سبق دیتا ہے' جمہوریت عصبیتیں پیدا کر کے مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کی موجودگی میں اسلام اپنا کردار ادا کر ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اسلام زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی زندگی جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ دین سے ہے اور جمہوری نظام میں یہ دونوں کام کبھی نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمان پیچھے تو ہٹے ہیں' ایک قدم آگے نہیں بڑھے۔ مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ ہی نکل گیا ہے۔ مسلمان بے غیرت اور بزدل ہو کر رہ گئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام جتنا بھی پھیلا فتوحات جتنی بھی ہوئیں سب خلافت و ملوکیت کے دور میں ہوئیں۔ جمہوریت کے دور میں کچھ نہیں ہوا۔ جمہوریت کے دور میں مسلمانوں نے کھویا ہی ہے کمایا کچھ نہیں۔
جمہوریت شرک ہے اور شرک کی یہ تاثیر ہے کہ اس سے مرعوبیت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ ﴾ [3:آل عمران:151] ہم شرک کی وجہ سے کافروں سے مرعوب ہیں' مسلمانوں کی مرعوبیت اور ذلت کا سبب یہ جمہوریت ہے۔ جب سے جمہوریت کا یہ مشرکانہ نظام مسلمانوں میں آیا ہے مسلمان مرعوب اور ذلیل ہو گئے ہیں۔ موحدین اور مجاہدین والی جرأت ان میں نہیں رہی۔ وہ غیروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ جمہوریت ہے شرک و کفر' لیکن جیسے مشرک مانتے نہیں کہ ہم مشرک ہیں اور شرک کرتے ہیں اسی طرح جمہوری مسلمان مانتے نہیں کہ جمہوریت شرک ہے۔ نہ انھیں یہ ڈر ہے کہ ہم جمہوری بن کر مشرک و کافر ہو جائیں گے۔ وہ مشرکوں کی طرح اپنے اس شرک کی تاویلیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مغربی جمہوریت تو شرک و کفر ہو سکتی ہے۔ ہماری پاکستانی اور اسلامی جمہوریت شرک نہیں' کیوں کہ پاکستان کے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ حاکم رب العالمین ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جمہوریت' جمہوریت ہے اور جب وہ جمہوریت ہے تو کفر ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کہتے ہی عوام کی حاکیت کو ہیں اور اللہ کے سوا کسی کی حاکیت شرک و کفر ہے۔ جمہوریت کے ہوتے ہوئے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین تسلیم کیا گیا ہے وہ بھی عوام کا ہی بنایا ہوا ہے اور عوام کے بنائے ہوئے دستور کا کیا اعتبار اگر آج عوام یہ دستور بنا سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ ہے تو کل کو عوام یہ دستور بنا سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ نہیں عوام ہیں۔ چنانچہ مساوات 14

اکتوبر 1978ء کے اداریے میں یہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ جمہوریت کو آگے بڑھایا جائے اور عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ جب تک کسی ملک میں جمہوری نظام ہے۔ اس وقت تک دستور و قانون کو اسلامی نہیں کہہ سکتے' خواہ اس میں کچھ بھی کیوں نہ تسلیم کیا گیا ہو' کیوں کہ وہ عوام کے تابع ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے عوام ہوں گے ویسا دستور و قانون بنتا اور بدلتا رہے گا۔ جب جمہوریت ہے بالادستی عوام کی ہی رہے گی۔ دستور یا قانون سب کچھ عوام کے رحم و کرم پر ہوگا۔

اس کے علاوہ اگر کسی ملک کا قانون غیر اسلامی ہو تو دستور میں حقیقی حاکم اللہ کو تسلیم کرنے کا تو کوئی فائدہ ہی نہیں اور پاکستان کا یہی حال ہے۔ دستور میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے اور ملک میں رائج قانون سب غیر اسلامی ہیں۔ اگر کوئی لا الہ الا اللہ پڑھ کر شرک کرے تو کیا مشرک نہیں ہوتا۔ جیسے شرک کرنے والے کو لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ پڑھ لینا کوئی فائدہ نہیں دیتا' وہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ پڑھنے کے باوجود شرک کر کے مشرک ہو جاتا ہے' اسی طرح پاکستانی دستور میں یہ لکھ کر بھی کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے' جب جمہوریت کو جو صریحاً شرک ہے رواج دیا جاتا ہے' حکومت کا حق عوام کے لیے تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کے لیے ہر تین یا پانچ سال بعد الیکشن ہوتے ہیں' قانون غیر اسلامی چلائے جاتے ہیں تو شرک خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہنا یہ کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے' اور نظام جمہوری چلانا' ایسا ہی ہے جیسے کوئی پڑھے لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ اور سجدہ کرے غیر اللہ کو۔ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ پڑھنے سے شرک' توحید نہیں بن جاتا۔ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حرام حلال نہیں ہو جاتا۔ شرک شرک ہی رہتا ہے اور حرام حرام ہی رہتا ہے۔ توحید تو شرک مٹانے ہی سے آتی ہے۔ صرف لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ پڑھ لینے سے توحید نہیں آجاتی۔

اسلامی جمہوریت ایک بہت بڑی شرکیہ بدعت ہے

اس نے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے بدل دیا ہے' عام بدعتوں کا تو لوگوں کو شاید کچھ نہ کچھ احساس ہو جاتا ہو لیکن جمہوریت جیسی بدعت کا کوئی احساس نہیں ہوتا' کیوں لوگ عام طور پر سیاست کو بدعت نہیں سمجھتے۔ اس لیے وہ سیاسی بدعتوں کو بدعت خیال نہیں کرتے' حال آنکہ یہ دوسری بدعتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے پورا نظام

حیات بدل جاتا ہے۔ اس بدعت کی بدولت آج مسلمان اپنے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ بدعات کی خاصیت جیسا کہ حدیث میں آتا ہے یہ ہے کہ جونہی کوئی بدعت آتی ہے اس قسم کی ایک سنت اٹھ جاتی ہے جو تاقیامت نہیں لوٹتی۔ اس جمہوریت کی وجہ سے ہی آج مسلمانوں سے اسلامی سیاست ایسی گئی ہے کہ اب اسلامی سیاست ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ جمہوریت کو ہی اسلامی سیاست سمجھنے لگ گئے ہیں حالانکہ کہاں جمہوریت اور کہاں اسلام؟ جب تک مسلمانوں میں اسلامی سیاست کا شعور پیدا نہیں ہوتا اسلام کبھی نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر اسلام نافذ نہ ہو تو آدمی مسلمان ہی نہیں ہوتا۔ کوئی انسان مسلمان ہوتا ہی اس وقت ہے جب وہ اسلام کو نافذ کرتا ہے۔ اسلام کے معانی اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے ہیں۔ اگر مقدور بھر اللہ کے حکم پر عمل نہ کیا جائے تو اسلام کہاں؟ آج مسلمان جمہوریت کو اسلامی کہتے ہیں اور اس کے ذریعے ہی اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں' جو قریباً ناممکن ہے۔ کبھی بدعتوں سے بھی اسلام آیا ہے بدعتیں تو اسلام کو مٹاتی ہیں لاتی نہیں۔ جمہوریت سے بھی اسلام کو ٹالا اور نکالا جا سکتا ہے' لایا کبھی نہیں جا سکتا۔ 35 سال سے پاکستان میں یہی تجربہ ہو رہا ہے۔ جمہوریت لاتے لاتے پاکستان بھی کٹ گیا اور اسلام بھی مٹ گیا۔ اسلام کو تو اسلامی طریقوں سے ہی لایا جا سکتا ہے۔ جمہوریت سے اسلام کبھی آیا ہے نہ آسکتا ہے۔ اسلام وہی لوگ لا سکتے ہیں' جن کے ذہن اسلامی ہوں' جمہوری نہ ہوں۔ باطل سے مرعوب اور مغرب سے متاثر نہ ہوں۔ جو باطل سے مرعوب اور مغرب سے متاثر ہوں وہ کبھی اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے۔ اسلامی انقلاب کے داعیوں کا خواہ وہ کسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتے ہوں۔ آج یہ حال ہے کہ وہ خود مغرب سے متاثر ہیں۔ جس مغرب کے خلاف وہ آواز اٹھاتے ہیں اسی سے وہ مرعوب ہیں ۔وہ اسلام کیا لائیں گے۔ کسی کے مرعوب ہونے یا نہ ہونے کا پتا اس کی تہذیب سے لگتا ہے۔ تہذیب بہت بڑا انڈکس ہے۔ مغرب جب مسلمانوں سے مرعوب تھا تو وہ مسلمانوں کی تہذیب کو اپناتا تھا۔ اب ہم مرعوب ہیں' تو ہم مغرب کی تہذیب کو اپناتے ہیں۔ زبان سے مغرب کو کتنا ہی برا کیوں نہ کہا جائے۔ جب تک اس کی تہذیب کو نہ چھوڑا جائے اور اپنے آپ کو کلی طور پر اسلامی رنگ میں نہ رنگا جائے اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔ بڑی بنیادی چیز

جس کو آج اسلامی انقلاب کے داعی ذہن میں نہیں رکھتے یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کبھی جزوی نہیں ہوتا۔ وہ پورے نظام حیات کا انقلاب ہوتا ہے جس میں معاشرت 'معیشت اور سیاست تینوں آتی ہیں۔ اسلامی انقلاب لانے کے لیے تمام شعبوں میں عمل بیک وقت شروع ہونا چاہیے۔ سب سے زیادہ اہمیت نظام تعلیم کو دینی چاہیے۔ تعلیم کے ذریعے ہی اذہان و قلوب کو مغربیت سے پاک و صاف کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظام لانے کے لیے سب سے پہلے کافرانہ نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا بہت ضروری ہے 'خصوصاً جمہوریت کو جس نے ذہنوں کو بہت خراب کر دیا ہے۔ ہر ایک ہی قسمت آزمائی کے لیے الیکشن لڑتا ہے 'آج کل کوئی مسلمان یہ برداشت ہی نہیں کرتا کہ کوئی حکومت کرتا رہے اور وہ حکومت سے محروم رہے۔ لوگوں کے ذہنوں کو حکومت کے سودا سے پاک کرنا بہت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حکومت کسی کا حق نہیں ہے کہ کوئی اس کے لیے کوشاں ہو اور الیکشن لڑتا پھرے۔ حکومت صرف اللہ کا حق ہے 'ہمارا فرض تو صرف اللہ کے کام کی تکمیل کرنا ہے۔ حکومت کرنا نہیں۔ حکومت بہت بڑی ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برا ہونے ہر ایک کا کام نہیں۔ اللہ کے ہاں اس کی جواب دہی بہت مشکل ہے۔ اس سے آدمی جتنا گریز کرے اتنا ہی اچھا ہے۔ حکومت کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن دیدنی ہوگا۔ جس نے حکومت کی وہ گویا کند چھری سے ذبح ہوا۔ ❶ اگر عہدے کی بھوک نہ ہو تو کسی عہدے دار کا انتخاب کوئی مشکل نہیں۔ انتخاب کے مسئلے کو اس جمہوری ذہن نے پیچیدہ بنایا ہے۔ اگر ذہن سے یہ جمہوری سودا کہ حکومت ہر ایک کا حق ہے نکل جائے تو انتخاب کا مسئلہ بالکل آسان ہو جائے۔ حکومت کے حصول کے لیے تگ و دو کرنا اسلام کی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے۔ اگر صحیح اسلامی تعلیم کو عام کیا جائے اور لوگوں کے ذہنوں کو اسلامی بنایا جائے تو اسلامی طریقے سے

---

❶ (ترمذی:ابواب الاحکام ' باب ماجاء عن رسول اللہ فی القاضی' رقم 1322 .. ابو داؤد: کتاب القضاء ' باب فی طلب القضاء 'رقم 3571' .. ابن ماجۃ : احکام ' باب ذکر القضاۃ رقم: 2308)

اسلامی حکومت قائم کر کے اسلام کا نفاذ کوئی مشکل کام نہیں۔ اس دور میں نفاذ اسلام کی کوششیں تو کی جارہی ہیں' لیکن یہ کام ان لوگوں کے سپرد ہے جو مغرب سے سندیافتہ ہیں اور مرعوب ذہنیت کے مالک ہیں' حالانکہ یہ کام ان لوگوں کا نہیں۔ ایسے لوگوں سے اسلام کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے فائدے کی امید نہیں۔ یہ کام ایسے لوگوں کے سپرد ہونا چاہیے جو مغرب سے بالکل مرعوب نہ ہوں۔ اسلام کا تفوق ان کے دل و دماغ میں رچابسا ہوا ہو۔ وہ اسلام کے مکمل نظام حیات ہونے پر کامل ایمان رکھتے ہوں اور اسلام میں بھی وسیع نظر و فکر کے مالک ہوں۔ کسی تقلیدی تنگ نظری کا شکار نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆

اسلام
اور
جمہوریت
میں فرق

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ

اسلام اور جمہوریت میں فرق

پاکستان کو بنے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، کہ مشرقی پاکستان ٹوٹ گیا۔ اب ٹوٹ پھوٹ کا وہی عمل مغربی پاکستان میں شروع ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جس رشتہ سے مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف قوموں اور مختلف علاقوں کو ایک لڑی میں پرو کر پاکستان بنایا تھا۔ اب وہ رشتہ کمزور ہو گیا ہے۔ یہ اسلامی جذبہ ہی تھا جس نے پاکستان بنا دیا۔ ورنہ مغرب کو مشرق سے، پٹھان کو پنجابی سے، سندھی کو بلوچی سے جوڑنے والی سوائے اسلام کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ جب یہ جذبہ علاقائی اور لسانی عصبیتوں تلے دب گیا، تشتت اور افتراق کا عمل شروع ہو گیا، یہی قومیں تھیں جنھوں نے متحد ہو کر اسلام کے نام پر پاکستان بنایا تھا، اب وہی قومیں ہیں جو مختلف عصبیتوں کا شکار ہو کر پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اس کا واحد سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا اور اس کی جگہ جمہوریت کا رواج پانا ہے۔ یہ جمہوریت جہاں جاتی ہے وہاں کے عوام کو لادین بناتی ہے اور مختلف عصبیتیں پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے اس کا اسلام کے ساتھ تصادم ہے۔ اسلام ایک دین ہے اور یہ ایک لادینیت ہے۔ تجربہ گواہ ہے کہ جب اور جس ملک میں یہ جمہوریت آئی، مسلمان لادین ہو گئے۔ اور ان میں طرح طرح کی عصبیتیں پیدا ہو گئیں۔ اور جب مسلمان لادین ہو جاتا ہے، اس کی دینی غیرت و حمیت اور اسلامی اخوت و مودت ختم ہو جاتی ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب دینی غیرت گئی تو جذبہ جہاد گیا، اور جب دینی اخوت گئی تو اتحاد گیا۔ اور جب دونوں گئے تو اسلام گیا۔

مغربی ممالک چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں جمہوریت ہی رہے خواہ اسلامی جمہوریت کے نام سے ہی ہو۔ ان کو خطرہ ہے کہ اگر مسلمان جمہوریت کے چنگل سے نکل گئے تو وہ ضرور اسلام کے نظام خلافت کی طرف دوڑیں گے۔ مسلمانوں کو تو خلافت یاد نہیں رہی، لیکن کفر کو وہ کبھی نہیں بھولتی۔ کفر کے لیے وہ پیغام موت ہے اور اسلام کے لیے وہ آب حیات۔ کفر کو جو نقصان پہنچا ہے وہ خلافت سے ہی پہنچا ہے۔ وہ خلافت راشدہ ہو یا خلافت بنو امیہ، خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ۔ بیت المقدس کو فتح کیا تو خلافت نے، قسطنطنیہ کو سر

کیا تو خلافت نے۔ ہندوستان کو مسلمان کیا تو خلافت نے۔ یورپ کو تاراج کیا تو خلافت نے۔ جمہوریت نے تو خلافت کے فتح کیے ہوئے علاقے دیئے ہیں۔ لیا کچھ نہیں۔ اسلام کے عروج اور فتوحات کا زمانہ یہ خلافتیں ہی ہیں۔ جمہوریت نہیں۔ خلافت کے تصور میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد ہے۔ خلافت اور جہاد دو ایسے لفظ ہیں کہ جن سے کفر بہت خائف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے مسلمانوں کی وہ دینی حس بیدار ہوتی ہے جو جمہوریت کی پیدا کردہ تمام عصبیتوں کو ختم کر کے مسلمان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیتی ہے اور مسلمان اپنے آپ کو ملت واحدہ کے ارکان سمجھنے لگ جاتے ہیں اور سب جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

کفر خلافت کے تصور کو کبھی برداشت نہیں کرتا۔ وہ بہر صورت اسے مسلمانوں کے ذہنوں سے مٹانا چاہتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو جمہوریت کا سبق پڑھاتا ہے تاکہ مسلمان اللہ کی حاکمیت کو بھول کر اپنی حکمرانی میں لگ جائیں۔ مختلف عصبیتیں پیدا کر کے الیکشن لڑیں اور انتشار کا شکار ہو جائیں۔ خلافت کا عالمگیر تصور اور جہاد کا جذبہ ان کے دلوں سے نکل جائے۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں بنا کر آپس میں دست و گریبان رہیں اور کمزور ہو کر کفر کے دست نگر ہو جائیں۔ کفر نے جمہوریت کی اسی تکنیک سے ترکوں کا ستیاناس کیا' اسی تکنیک سے عربوں کو پارہ پارہ کیا۔ اسی جمہوریت سے پاکستان کو دولخت کیا' اسی آزمودہ ہتھیار سے وہ اب بقیہ کو ختم کرنے کی فکر میں ہیں۔ جب ہی دن رات بحالی جمہوریت کے مطالبے کیے جا رہے ہیں۔

مغرب جو جمہوریت کا مطالبہ کرتا ہے وہ کرے' وہ تو مغرب ہے' اسلام دشمنی اسی کا کام ہے۔ پاکستان کے مسلمان مغرب کی آواز میں آواز ملا کر جمہوریت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ کیا انھوں نے جمہوریت کی تباہ کاریاں نہیں دیکھیں یا وہ مغرب اور بھارت کو جو ہمارے لیے جمہوریت چاہتے ہیں پاکستان کا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ اگر جمہوریت مسلمانوں کے لیے ذرا بھی مفید ہوتی تو ہمارے دشمن کبھی اس کا نام نہ لیتے۔ جیسا کہ وہ کبھی خلافت کا نام نہیں لیتے' جو تیرہ سو سال تک مسلمانوں کا نظام رہا ہے۔

وہ جانتے ہیں کہ خلافت کا تصور اسلام اور اتحاد بین المسلمین کے احیا کا تصور ہے۔
اس لیے وہ اس کا کبھی نام نہیں لیں گے۔ وہ جمہوریت کا ہی نام لیں گے۔ جو کافروں کا نظام ہے
اور مسلمانوں کو کافر بناتا ہے۔ قرآن نے کیا خوب کیا ہے۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا وَ فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً ﴾ [4:النساء:89]

کافر تو تمھیں اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں (تاکہ ان کو تم سے کوئی خطرہ نہ رہے)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جمہوریت سے خبردار ہی رہیں۔ یہ مسلمانوں کے لیے
زہر ہلاہل ہے۔ اسے دشمن ہی سمجھیں۔ اسے کبھی اسلام نہ سمجھیں۔ کفر کبھی اسلامی نہیں
ہوتا۔ دشمن کبھی خیر خواہ نہیں ہوتا۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ جمہوریت اسلام کی دشمن کیسے ہے
؟ اسلام اور جمہوریت کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی حقیقت کیا ہے اور ان میں فرق کیا ہے ؟
جمہوریت کی لوگوں نے بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ سب سے بہتر اور جامع ابراہیم لنکن کی
تعریف مانی جاتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

Government of the people, by the people for the people

جس کا مطلب یہ ہے کہ جمہوری نظام میں عوام ہی سب کچھ ہوتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں
کرتے ہیں' وہ اپنے ملک کا خود ہی دستور بناتے ہیں' خود ہی قانون۔ اکثریت جو چاہے قانون بنا
دے۔ شراب کو حلال کر لے' یا حرام۔ لواطت (Sodomy) کو جائز کر لے یا ناجائز۔
چنانچہ برطانیہ وغیرہ یورپی ملکوں میں (Sodomy) یعنی لواطت جیسا غیر فطری فعل بھی اگر
رضامندی سے کیا جائے تو جائز ہے' کوئی جرم نہیں۔ جمہوریت میں جو پارٹی بھی اکثریت
میں ہوتی ہے وہ رول کرتی ہے اور جو اقلیت میں ہوتی ہے وہ رول ہوتی ہے۔ اس طرح
جمہوریت میں انسان انسان پر حکومت کرتا ہے' اللہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ انسانوں کی
انسانوں پر' مخلوق کی مخلوق پر حکومت ہوتی ہے۔ جو بالکل غیر فطری عمل ہے۔ برعکس اس
کے اسلام ایک دین ہے' جو مکمل نظام حیات ہے' اس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوتی ہے۔ سب
انسان اس کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ راعی اور رعایا سب اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔
اسلام میں قانون اللہ کا ہوتا ہے۔ کوئی انسان کسی انسان پر اپنے قانون کے ذریعے حکومت

یں کر سکتا۔ حکومت سب پر اللہ کی ہوتی ہے۔ کاروبار ... چلانے کے لیے ...
منصب ہے' جس کا کام اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل کرنا اور کرانا ہوتا ہے' حکومت کرنا نہیں۔ وہ کوئی قانون اللہ کی منشا کے خلاف نہیں بنا سکتا۔ اسلام میں حکومت کا مقصد اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنا ہے' تاکہ راعی اور رعایا' حاکم و محکوم سب کی عبودیت اور اللہ کی معبودیت ظاہر ہو اور یہی مقصود تخلیق انسانی ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ ﴾[51:الذاریات:56]

امن و امان کا قیام اسلامی حکومت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے' ورنہ یہ نہ مقصود حکومت ہے' نہ مقصد حیات۔ مقصد اللہ کی بندگی اور اس کی رضا کا حصول ہے تاکہ انسان ترقی کر کے آخرت کی ابدی زندگی حاصل کر لے۔ جیسے یہ دنیا خود End نہیں بلکہ آخرت کمانے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح امن و امان کا قیام بھی کوئی End نہیں کہ اس کے قیام پر مقصد زندگی پورا ہو جائے۔ امن و امان کا قیام بھی مقصد زندگی کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ جب مقصد حیات اللہ کی بندگی ہے تو مقصد حکومت بھی اللہ کی بندگی کرنا اور کرانا ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہی مقصد اسلامی حکومت کا ہے۔ جب اللہ نے بندے کو بندگی کے لیے پیدا کیا ہے' حکومت کے لیے نہیں تو اسلام اور جمہوریت میں تضاد ہوا۔ کیوں کہ حکومت اور بندگی میں تضاد ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ بندہ بندگی کرے' حکومت کا خیال نہ کرے' حکومت اللہ کا حق ہے۔ جمہوریت کہتی ہے کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ اگر تقابل کر کے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ جمہوریت اسلام کی ضد ہے' ند نہیں۔ غیر ہے' عین نہیں۔ ذیل میں ہم اسلام اور جمہوریت کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ سمجھنے والوں کے لیے اس کا بعد واضح ہو جائے۔

اسلام اور جمہوریت میں فرق

1- اسلام کی بنیاد اللہ کے تصور پر ہے۔
جمہوریت کی بنیاد عوام پر ہے' اللہ کا کوئی تصور نہیں۔

2- اسلام اللہ کا نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے' جس کی روح یہ ہے کہ

ہر جگہ اللہ کا حکم چلتا ہے۔ کیا جمادات' کیا نباتات' کیا حیوانات۔

جمہوریت صرف کافروں کا ایک سیاسی نظام ہے۔

3- اسلام انسانوں کا بنایا ہوا نہیں' جمہوریت کافروں کا بنایا ہوا نظام ہے۔

4- اسلام مکمل نظام حیات ہے' سیاست صرف اس کا ایک شعبہ ہے اس لیے اسلامی سیاست کا باقی نظاموں کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اسلامی سیاست اسلام کے اخلاقی اور روحانی ضابطوں کی پابند ہے۔ جمہوریت صرف ایک نظام سیاست ہے' مکمل نظام حیات نہیں۔ اس لیے یہ اخلاقی اور روحانی ضابطوں سے بے نیاز ہے۔

5- عرف میں اسلام اللہ کا حکم ماننے کو کہتے ہیں' جمہوریت اکثریت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو۔

6- اللہ کو تسلیم نہ کرنے سے اسلام کا تصور ختم ہو جاتا ہے' آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ اللہ کو تسلیم کرے یا نہ جمہوریت میں کوئی فرق پڑتا۔

7- اسلام میں اللہ کا ماننے والا مسلمان' نہ ماننے والا کافر۔ جمہوریت میں جب اللہ کا کوئی تصور ہی نہیں تو مسلمان اور کافر کا فرق بھی کوئی چیز نہیں۔

8- اسلام میں مسلمان اور کافر کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جمہوریت میں کوئی فرق نہیں مسلمان اور کافر سب برابر ہیں۔

9- اسلام میں حاکم اعلیٰ اللہ ہے' اصل حاکمیت اسی کی ہے' جمہوریت میں اصل حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ اللہ کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔

10- اسلام میں حاکمیت اور اطاعت اللہ کا حق ہے' جمہوریت میں یہ عوام کا حق ہوتا ہے۔

11- اسلام میں اقلیت اور اکثریت کوئی چیز نہیں' بالادستی صرف حق کو حاصل ہوتی ہے' جمہوریت میں حق کوئی چیز نہیں' بالادستی اکثریت کو حاصل ہوتی ہے۔

12- اسلام میں اللہ ہی سب کچھ ہے' جمہوریت میں عوام ہی سب کچھ ہے۔ جمہوریت کا خدا عوام ہیں۔

13- اسلام میں حق وہ ہے جو اللہ کہے' باقی سب باطل' خواہ وہ اکثریت کا ہی فیصلہ ہو۔ جمہوریت میں حق وباطل کوئی چیز نہیں' جو اکثریت کہے وہی حق ہے۔

14- اسلام میں امیر وحاکم وہ صحیح ہے جو اللہ کے معیار پر پورا اترے' جو خود اسلام کا پابند ہو اور لوگوں کو اسلام کا پابند بنائے' خواہ منتخب ہو یا نہ۔ جمہوریت میں جو عوام کے ووٹ زیادہ حاصل کرے' خواہ وہ بدترین خلائق ہی ہو۔

15- اسلام میں کافر امیر اور حاکم نہیں بن سکتا' جمہوریت میں ہر کوئی حاکم بن سکتا ہے کافر ہو یا مسلمان۔

16- اسلام میں دستور قانون بنانے کا اصولاً سوائے اللہ کے کسی کو حق نہیں' جمہوریت میں یہ کام عوام کے نمائندوں کا ہے۔

17- اسلام میں حاکم اللہ کی مقرر کردہ حدوں کے اندر ہی قانون بنا سکتا ہے' جمہوریت میں عوام کی منتخب کردہ اسمبلی جیسے چاہے قانون بنا سکتی ہے' اس پر کوئی پابندی نہیں۔

18- اسلام کا نظام ہمیشہ نیک لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں۔

جمہوریت کا نظام ہمیشہ اکثریت کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اکثریت ہمیشہ برے لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس لیے جمہوری طریقوں سے نہ اسلام آسکتا ہے' نہ اسلام رہ سکتا ہے۔ اسلام صرف اس صورت میں رہ سکتا ہے جب معاشرے کی باگ ڈور نیک لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ جونہی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں آئی اسلام گیا۔ کیوں کہ عوام میں اکثریت بدوں کی ہوتی ہے۔

19- اسلام میں جو ایک دفعہ خلیفہ بن جائے منتخب ہو یا غیر منتخب اس کا ہٹانا جائز نہیں' الا یہ کہ وہ کفر کا ارتکاب کرے۔ ایک خلیفہ کی وفات کے بعد ہی دوسرا خلیفہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی خلافت میں اس کے بعد خیر القرون میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا۔

جمہوریت میں تین یا پانچ سال بعد انتخابات ضروری ہیں۔ منتخب شدہ صدر یا وزیر اعظم کیسا ہی اچھا اور کامیاب کیوں نہ ہو الیکشن ضروری ہیں۔ جمہوریے اپنی لڑکی کو تو خاوند بار بار نہیں کرواتے جمہوریت کو ہر تین یا پانچ سال بعد نیا خاوند ضرور کروا دیتے ہیں۔

20- اسلام میں حکومت انسانوں کا حق نہیں کہ ہر ووٹر امیدوار بن کر الیکشن لڑنے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اسلام میں حکومت اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کام ہے۔ اس ذمہ داری کا اہل ہر کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ اس ذمہ داری کے اہل کا ہر کوئی انتخاب لڑ سکتا ہے۔ اس لیے اسلام میں جمہوری الیکشنوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
جمہوریت میں حکومت عوام کا حق ہے۔ اس لیے ہر کوئی ووٹر بن سکتا ہے اور ہر کوئی امیدوار بن کر الیکشن لڑ سکتا ہے۔ اہل ہو یا نا اہل، مسلمان ہو یا کافر۔

21- اسلام میں سب انسان برابر ہیں، کیوں کہ جب اللہ کی مخلوق ہیں، اسی لیے کسی انسان کو کسی انسان پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔ حکومت کرنے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے جو خالق ہے اور ساری مخلوق کا واحد مالک ہے۔ وہ جس کو جتنا حکومت کا حق دے وہ اس حق کے اندر رہ کر حکومت کر سکتا ہے۔ مثلاً خاوند بیوی پر، راعی رعایا پر، مالک نوکر پر، آقا غلام پر، بڑا چھوٹے پر۔ استاد شاگرد پر۔
جمہوریت میں انسان انسانوں پر حکومت کرتے ہیں۔ جس کو اکثریت حاصل ہو جائے وہ اکثریت کے زور سے اقلیت پر حکومت کرتا ہے۔

22- اسلام ایک دین ہے جو اللہ کا ہے، جمہوریت میں مذہب اور دین کوئی چیز نہیں۔ مذہب ہر آدمی کا اپنا ذاتی اور پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ جمہوری ریاست کو مذہب سے کوئی غرض نہیں۔

23- اسلام باطل کو برداشت نہیں کرتا، بلکہ اسے مختلف طریقوں سے مٹاتا ہے ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ جو اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہو جائے، اسلام اسے قتل کرتا ہے۔

جمہوریت میں مذہب سے آزادی ہے' ہر کوئی جو چاہے مذہب رکھے۔ کوئی پابندی نہیں' جس طرح چاہے مذہب بدلے' کوئی رکاوٹ نہیں' کوئی سزا نہیں۔ اس لیے جمہوریت میں لوگ پارٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔

24- باطل کو مٹانا اسلام کا فرض ہے اور یہی جہاد ہے' جو قیامت تک فرض ہے' جمہوریت میں باطل سے جہاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جمہوریت جہاد کو ختم کرتی ہے۔

25- اسلام کہتا ہے اگر تو اکثریت کی پیروی کرے گا یعنی جمہوری راہ پر چلے گا تو جمہوریت تجھے گمراہ کر دے گی۔ ﴿ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [الانعام 6: 117] جمہوریت اکثریت کی پیروی کرتی ہے اس کے بغیر اس کا گزارا نہیں۔

26- اسلام میں نہ حزب اقتدار کا تصور ہے' نہ حزب اختلاف کا۔ اسلام پارٹیوں کے سخت خلاف ہے۔ خاص طور پر سیاسی پارٹیوں کی تو قطعاً اجازت نہیں۔

جمہوریت پارٹیاں بنانا سکھاتی ہے اور پارٹیوں کے بل بوتے پر چلتی ہے۔ پارٹیوں کے بغیر جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا ہونا لازمی ہے۔

27- اسلام میں عورت حاکم نہیں ہو سکتی' سربراہ مملکت ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جمہوریت میں عورت بھی سربراہ مملکت ہو سکتی ہے' کوئی پابندی نہیں۔

28- اسلام میں طاقت کا سرچشمہ اللہ ہے۔

جمہورت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

29- اسلام میں عالم اور جاہل کی رائے برابر نہیں ہو سکتی۔

جمہوریت میں عالم اور جاہل کا ووٹ برابر کا درجہ رکھتا ہے۔

30- اسلام میں ایک حق والا لاکھوں کی اکثریت پر بھاری ہے۔

جمہوریت میں جدھر زیادہ ووٹ ہوں گے وہی طرف بھاری ہے۔ حق' ناحق کا کوئی

معیار نہیں۔

31- اسلام میں مرد اور عورت کا درجہ برابر نہیں۔

جمہوریت میں عورت کا ووٹ مرد کے برابر ہے۔

32- اسلام اور جمہوریت میں ایک بڑا فرق یہ بھی ہے کہ وطن اور قوم جمہوری دور کے خدا ہیں۔ ان کے بغیر جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اسلام میں ایسے خداؤں کا کوئی تصور نہیں۔ جب اللہ رب العالمین ہے۔ رسول ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ ہے۔ مرکز ملی ﴿هُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ ہے۔ جب اللہ نے اپنے رسول کو ﴿كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کی طرف بھیجا ہے۔ قرآن کو ﴿بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ﴾ اور ﴿بَصَائِرُ لِلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کے لیے پیغام ہدایت بنایا ہے۔ بیت اللہ کو ﴿وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا کے لیے مرکز ہدایت بنایا ہے۔ امت مسلمہ کو ﴿أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ اور ﴿شُهَدَاءُ عَلَى النَّاسِ﴾ کہہ کر تمام دنیا پر نگران مقرر کیا ہے تو اسلام اور مسلمان کسی خاص علاقے یا مخصوص وطن میں محدود کیسے رہ سکتے ہیں اور قومیت کا محدود جمہوری تصور اسلام میں کیسے ہو سکتا ہے۔

جو صحیح مسلمان ہو گا جمہوری نہ ہو گا۔ اس کا ایمان تو یہی ہو گا۔

ہر ملک ملک ماست
کہ ملک خدائے ماست

یا دوسرے لفظوں میں

چین و عرب ہمارا' ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم' وطن ہے سارا جہاں ہمارا

☆☆☆☆☆

مولانا مودودیؒ
اور
جماعت اسلامی
کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے نام

مولانا پاکستان آپ کی آنکھوں کے سامنے بنا اور ٹوٹا اور اب جو پاکستان کے حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی اس شکست و ریخت کا اصل سبب کیا ہے' اور اس کا ذمہ دار کون ہے ؟ مولانا یہ تو ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کی روح اسلام تھی' اگر اسلام کا تصور نہ ہوتا تو پاکستان کبھی معرض وجود میں نہ آتا۔ آخر مشرق کو مغرب سے ' پٹھان کو سندھی سے ' بلوچ کو پنجابی سے کس نے جوڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بنا تو اسلام کی بنیاد پر' ٹوٹا تو اس کے انعدام پر۔ اسلام کے جذبے نے پاکستان بنا دیا۔ عصبیتوں کے ابال نے اسے توڑ دیا۔ مولانا جب یہ مسلم ہے کہ پاکستان کی روح اسلام ہے۔ اس سے اس کی زندگی ہے اور اس کے بغیر اس کی موت تو ثابت ہوا کہ پاکستان کی اس شکست و ریخت کا اصل سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا ہے جس کی ذمہ داری ان جماعتوں پر آتی ہے جو پاکستان میں اسلام لانے کی دعوے دار تھیں۔ سرفہرست ان میں آپ کی جماعت ہے اور جماعتوں کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ مخلص نہ تھیں یا اسلام سے ہی بے خبر تھیں یا سیاست سے بے بہرہ تھیں۔ بالغ النظر نہ تھیں۔ ان کا ماضی نہ تھا' ان میں تنظیم نہ تھی' یا کوئی اور خرابی تھی لیکن آپ کی جماعت کے بارے میں کیا کہا جائے جو خود اسلامی اور قائد مفکر اسلام جن کے اسلام میں شک' نہ اخلاص میں شبہ' جن کا ماضی دارالاسلام جن کا حال دعوت اسلام' نہ تنظیم کی خرابی' نہ قیادت کی کم یابی جو سیاست میں بھی بام اوج پر۔ لیکن ان تمام فضیلتوں کے باوجود ملک میں اسلام نہ لا سکی۔

مولانا یہ تسلیم ہے کہ آپ کی جماعت نے بھاگ دوڑ کر کے اسلامی دستور منظور کروائے اور ولی خان جیسے سیکولر کو بھی اس مقصد کی خاطر اپنے ساتھ ملایا اور لوگوں کی باتیں سنیں' لیکن ان دستوروں کا نتیجہ کیا نکلا ؟ اسلام کو تو کوئی فائدہ نہ ہوا ملک میں اسلام تو نہ آیا۔

مولانا اسلامی دستور منظور کروانے سے کیا ہوتا ہے' جب اس کو نافذ کرنے کی طاقت نہ ہو۔

جب اس پر عمل نہ کروایا جاتا۔ کسی بت کے گلے میں قرآن رکھ دیے جاتے یا کسی کافر کے ہاتھ
میں قرآن تھما دینے سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا۔ بھٹو نے اسلامی دستور کو بھی مان لیا۔
پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ منظور کر یا' لیکن اس سے کیا وہ مسلمان ہو گیا' یا پاکستان میں
اسلام آ گیا؟ بلکہ بھٹو نے جیسے چاہا اس اسلامی دستور کو مروڑا جیسے چاہا پاکستان کو توڑا۔ مولانا
اول تو پاکستان کو دستوروں کی ضرورت ہی نہ تھی کیوں کہ یہ بنا اسلام کے لیے تھا اور اسلام
اس کا بنا بنایا دستور تھا' لیکن اگر رسمی طور پہ دستور بنانا ضروری ہی تھا تو پھر الیکشن کروانے اور
اسمبلیاں بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ الیکشن ہوتے ہیں اسمبلیوں کے لیے اور اسمبلیاں
ہوتی ہیں قانون سازی کے لیے' لیکن اسلام ایک بنا بنایا قانون ہے۔ اس کو ان تکلفات کی کیا
ضرورت۔ مولانا ہماری ضرورت قانون بنانا نہ تھی کہ ہم الیکشن کروا کر اسمبلیاں بناتے پھرتے
۔ ہماری ضرورت تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو نافذ کرنا تھا۔ ہمیں اسمبلیاں نہیں بلکہ اسلام
کو نافذ کرنے والا مرد مجاہد چاہیے تھا۔ آپ اور آپ کی جماعت آج تک یہی سمجھتے رہے کہ
اسمبلیوں کے ذریعے اسلام نافذ ہو جائے گا۔ اس لیے الیکشنوں کے پیچھے پڑے رہے اور
تیس سال کا طویل عرصہ ضائع کر دیا۔ حال آنکہ یہ آپ کی ڈبل غلطی تھی جیسا کہ تیس سال
کے تجربے نے بتا دیا' الیکشنوں سے بھٹو تو آ گیا جو اسلام کا دشمن تھا' لیکن اسلام نہ آیا۔ چاہیے تو
یہ تھا کہ بھٹو کے آنے سے آپ کی جماعت والے سمجھ جاتے کہ الیکشنوں کا راستہ کم از کم
پاکستان میں اسلام لانے کا راستہ نہیں بلکہ اسلام کو برباد کرنے کا راستہ ہے' لیکن آپ کی
جماعت شکست پر شکست کھانے اور ناکامی پر ناکامی کا منہ دیکھنے کے باوجود آج تک الیکشنوں
کے ہی پیچھے لگی ہوئی ہے۔ پہلے الیکشن ہوا جس سے جماعت اسلامی کو بڑی امیدیں تھیں تو
بھٹو اور مجیب آئے اور پاکستان ٹوٹا۔ اب الیکشن ہو گا تو پتا نہیں کیا ہو گا؟

مولانا پاکستان کی سیاست میں تقریباً تیس سال سے آپ کا عمل دخل ہے لیکن
آج بھی پاکستان اسلام سے اتنا ہی بلکہ اس سے بھی دور ہے جتنا قرارداد مقاصد سے پہلے تھا۔ یہ
ٹھیک ہے کہ آپ کے دینی لٹریچر نے ملک میں ایک ذہن پیدا کر دیا' لیکن اس سے ملک میں
اسلام تو نہ آیا اور نہ آنے کی امید' کیوں کہ وہ ذہن اسلامی کے ساتھ ساتھ جمہوری بھی

ہے۔ خالص اسلامی نہیں۔ اسلام خالص اسلامی ذہن رکھنے والے لوگ ہی لا سکتے ہیں جن کے ذہنوں میں ذرا بھی غیر اسلامی اثر ہو وہ صحیح اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے۔ آج جو اسلام ناکام نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خالص نہیں۔ مذہبی لوگوں نے اپنے مذہبی سلسلوں کو اسلام سمجھ لیا۔ سیاسی لوگوں نے جمہوریت اور سوشلزم کو اسلامی بنا لیا۔ حال آنکہ یہ اسلام کا بگاڑ ہے۔ اسلام اپنا اعجاز دکھاتا ہی اس وقت ہے جب کہ خالص ہو۔ جب یہ خالص تھا' مذہبی اور سیاسی ملاوٹوں سے پاک تھا تو اس نے بڑے بڑے معجزات دکھائے۔ آئندہ بھی جب خالص ہو گا تو اپنے اعجاز دکھائے گا۔ اسی لیے ضروری ہے کہ اسلامی انقلاب لانے والے ذہن کم از کم مغربی اثر سے بالکل پاک ہوں۔ مولانا آپ کی ناکامی کی بڑی وجہ آپ کا نظریہ جمہوریت ہے' جو حقیقت میں کفر سے مستعار ہے۔ ایک مسلمان کا جمہوریت کو اسلامی کہہ کر اپنانا اصل میں کفر کے آگے Apology ہے جو اس کے ذہن کے مرعوب اور متاثر ہونے کی دلیل ہے۔

مولانا آپ نے اپنے لٹریچر کے ذریعے بہت کام کیا' جس سے ایک طرح کا ذہنی انقلاب آ گیا۔ لیکن وہ ذہنی انقلاب قریباً ایسا ہی ہے جیسے تبلیغی جماعت کا روحانی انقلاب۔ کیوں کہ اس سے پاکستان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پاکستان کافر کا کافر ہی رہا۔ مولانا جب پاکستان بن گیا تھا اور قرار داد مقاصد کے بعد یہ آپ کے لیے حلال ہو گیا تو سب سے بڑا کام پاکستان کو مسلمان بنانا تھا' جس کے لیے اسلامی ریاست کی ضرورت تھی تاکہ ملک میں اسلام آتا۔ آپ جمہوریت کے پیچھے پڑے رہے اور تبلیغی جماعت والے سیاست سے کنارہ کش ہو کر۔ رہبانیت کے پیچھے لگے رہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں کفر کی حکمرانی رہی اور اسلام نہ آیا۔ مولانا اسلام اپنی فطرت ہی میں حاکم ہے۔ حکومت اسلام کا حق ہے۔ جو لوگ معذرت خواہ (Apologetic) ہوں وہ اسلام نہیں لا سکتے کیوں کہ وہ اسلام کا حق اسلام کو نہیں دے سکتے۔ اسلام وہ لا سکتے ہیں جو جمہوریت سے متاثر نہ ہوں' کفر سے مرعوب نہ ہوں' نظریہ خلافت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اسلام کا حق ادا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں۔ خواہ انھیں یہ حق کفر سے چھین کر دینا پڑے۔ خواہ اس حق کے لیے کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت اپنی ان تھک محنتوں کے باوجود کچھ نہ

کر سکے۔ اخلاص بھر کی کمی مسکین بن کر تبلیغی جماعت والے بھی بہت کرتے رہے۔ ایسی اجتماعات اور مظاہرے یتیم بن کر جماعت اسلامی والے بھی بہت کرتے رہے لیکن نتیجہ وہی رہا کہ ڈھاک کے تین پات۔ ان کے ذہنوں میں رہبانیت ان کے ذہنوں میں جمہوریت۔ جب دونوں غیر اسلامی تو پھر اسلام کیسے آتا۔

مولانا کوشش اسلامی جمہوریت کی کرنا اور توقع اسلام کی رکھنا جو بو کر گندم کاٹنے والی بات ہے۔ مولانا آپ کوشش خالص جمہوریت کی کرتے تو جمہوریت آتی کوشش خالص اسلام کی کرتے تو اسلام آتا۔ آپ نے کوشش اسلامی جمہوریت کی ' نہ اسلام آیا ' نہ جمہوریت۔ اسلام تو اس لیے نہیں آیا کہ کوشش خالص اسلام کی نہ تھی۔ جمہوریت اس لیے نہ آئی کہ یہ کافروں کا نظام ہے کافروں میں ہی چلتا ہے' مسلمانوں میں نہیں چلتا۔ مولانا کیا مسلمانوں کے کسی ملک میں جمہوریت کامیاب ہے ؟ یہ کافروں کا نظام ہے ' اللہ اس سے کافروں کو ہی ترقی دیتا ہے۔ مسلمان جو اللہ کے دین کو چھوڑ کر کفر کی طرف دوڑتے ہیں اللہ ان کی دنیا بھی برباد کر دیتا ہے ' انھیں جمہوریت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ مسلمان کافر بن کر جمہوریت کو اپنائیں تو وہ بھی کافروں کی طرح جمہوریت سے ترقی کریں ' وہ مسلمان کہلا کر جمہوریت کو اپناتے ہیں اور اسلامی جمہوریت نام رکھتے ہیں۔ اللہ انھیں اسلام سے بھی محروم کر دیتا ہے اور جمہوریت سے بھی۔ مولانا آپ اسلامی جمہوریت کے پیچھے لگے رہے لیکن جب اسلامی جمہوریت نام کی خارج میں کوئی چیز نہیں تو وہ پاکستان میں کہاں سے آجاتی۔ مولانا یہ جمہوریت ایک خالص کافرانہ نظام ہے کافروں نے ہی اسے ایجاد کیا ہے ' یہ اسلامی کیسے ہو سکتا ہے ؟ کفر بھی کبھی مسلمان ہوا ہے ؟ کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے کفر مسلمان نہیں ہوتا۔ جیسے پلید پاک نہیں ہوتا کفر تو باطل ہے اور باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ﴿ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ اسلام باطل کو مٹانے کے لیے آیا ہے ' نہ کہ اس سے دوستی لگانے کے لیے کہ جمہوریت کو اسلامی بنالے۔ مولانا یہ تو آپ کا اجتہاد ہے کہ اگر جمہوریت کے ساتھ چپکے سے اسلام کا لفظ لگا لیا جائے تو جمہوریت بھی جماعت اسلامی کی طرح اسلامی بن جاتی ہے ' ورنہ جو چیز اسلام کی ضد ہو وہ اسلامی کیسے بن سکتی ہے ؟ مولانا آپ کے اس اجتہاد کو دیکھ کر بھٹو جیسے

دشمنانِ اسلام نے اسلامی سوشلزم اور اسلامی مساوات کے جوڑ جوڑے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مودودی جیسا مجتہد اسلام اور مزاج شناس رسولؐ اسلامی جمہوریت کہہ سکتا ہے تو ہم اسلامی سوشلزم اور اسلامی مساوات کیوں نہ کہیں؟ مولانا جمہوریت مستقل ایک علیحدہ نظام ہے اور اسلام ایک علیحدہ نظام ہے۔ جمہوریت کو کافروں نے ایجاد کیا ہے' اسلام اللہ کا نظام ہے جو ساری کائنات میں جاری ہے۔ جمہوریت میں عوام ہی سب کچھ ہوتے ہیں' جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' خدا کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ جمہوریت میں عوام ہی طاقت کا سرچشمہ سمجھے جاتے ہیں' ان کی حکمرانی ہوتی ہے' وہ اپنے معاشرے کا خود ہی دستور بناتے ہیں' خود ہی قانون۔ جو پارٹی اکثریت میں ہو حکومت کرتی ہے' جو اقلیت میں ہو وہ محکوم ہوتی ہے۔ اس طرح انسان' انسان پر حکومت کرتا ہے۔ اسلام میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوتی ہے' سب انسان اس کے حکم کے تابع ہوتے ہیں راعی اور رعایا سب اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اسلام میں قانون اللہ کا ہوتا ہے' کوئی انسان کسی انسان پر اپنے قانون کے ذریعے حکومت نہیں کر سکتا۔ حکومت سب پر اللہ کی ہوتی ہے۔ جمہوریت میں اکثریت جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ جمہوریت میں حق ناحق' جائز ناجائز' اچھا برا فی نفسہٖ کوئی چیز نہیں۔ جو اکثریت منظور کرے' وہ حق اور جائز۔ حتیٰ کہ اگر اکثریت لواطت (Sodomy) کو جائز قرار دے دے تو معاشرے میں وہ بھی جائز سمجھی جائے گی۔ جمہوریت میں اکثریت کو بالادستی ہوتی ہے۔ اکثریت اپنی اکثریت کے بل بوتے پر جو چاہے کرے' حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال' جمہوری نظام میں سب کچھ روا ہے۔ اسلام میں اقلیت اور اکثریت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں طاقت حق کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کا قانون ہے۔ حق اقلیت میں ہو یا اکثریت میں۔ بالادستی حق کی ہوتی ہے۔ جو حق نہیں' خواہ وہ اکثریت میں ہو' اسلام میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾[23:المؤمنون :71] یعنی اگر حق عوام کے تابع ہو جائے' خواہ وہ اکثریت میں ہی ہوں تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام میں جمہوریت چل ہی نہیں سکتی۔ اسلام میں جوں ہی جمہوریت آئی اسلامی نظام درہم برہم ہوا۔ اسلام حق کی برتری چاہتا ہے۔ جمہوریت جمہور

عوام کی فساد۔

جمہوریت میں مذہب کوئی چیز نہیں' مذہب ہر آدمی کا اپنا ذاتی اور پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ ہر کوئی جو مرضی مذہب رکھے کوئی پابندی نہیں۔ جمہوریت کی نگاہ میں اسلام اور کفر دونوں برابر ہیں۔ جمہوریت لادینیت کا دوسرا نام ہے۔ جمہوریت کا ذہنوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ آدمی سیکولر سا ہو جاتا ہے اور نہیں تو دینی غیرت تو ضرور ختم ہو جاتی ہے۔ اسلام مستقل ایک مذہب ہے' جس کی بنیاد وہی اللہ کے تصور پر ہے۔ اسلام کی نگاہ میں مذہب صرف اسلام ہے' باقی سب باطل ہے۔ ﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلاَّ الضَّلاَلُ﴾ [10:یونس:32] اسلامی نظام میں باطل کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ باطل کو مٹانا اسلام کا فرض ہے اور یہی جہاد ہے جو قیامت تک جاری ہے۔ مولانا جب جمہوریت اور اسلام میں اتنا تضاد ہے تو جمہوریت اسلام کیسے ہو سکتی ہے۔

اگر کہا جائے وہ جمہوریت اسلام کیوں نہیں کہلا سکتی جس کے عوام مسلمان ہوں اور اسلام چاہتے ہوں تو کہا جائے گا اگر عوام مسلمان ہوں اور اسلام چاہتے ہوں تو اسے جمہوریت کہنا ہی درست نہیں۔ کیوں کہ جہاں صحیح معنوں میں اسلام کی حکمرانی ہے وہاں جمہوریت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر کہا جائے اس اعتبار سے وہ اسلامی ہے کہ اسلامی نظام چلانے والے افراد کا انتخاب جمہور عوام کرتے ہیں۔ کہا جائے گا' اگر یہ صورت ہے کہ تو وہ جمہوریت ہے' اسے اسلامی کہنا ٹھیک نہیں کیوں کہ جب اسلام میں الیکشن کا تصور ہی نہیں تو جو الیکشن چاہتے ہیں وہ اسلامی نظام نہیں چاہتے۔ اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ اسلامی نظام چلانے والوں کا انتخاب عوام کریں۔ اسلامی نظام چلانے والے افراد تو وہی ہو سکتے ہیں جو اسلام اور اس کے تقاضوں کو خوب سمجھتے ہوں۔ چوں کہ عوام میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے اس کا انتخاب عوام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا الیکشنوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ صحیح اسلام کو نافذ کرنے والے افراد نہ پہلے کبھی جب کہ اسلام کی گاڑی بہت اچھی چلتی تھی' الیکشنوں سے منتخب ہوئے اور نہ آج ہو سکتے ہیں۔ مولانا آپ اور آپ کی جماعت تقریباً نصف صدی سے پاکستان میں دعوت اسلامی کا کام کر رہے ہیں۔ باہر کی دنیا تک جانتی ہے کہ پاکستانا

میں جماعت اسلامی ہی واحد جماعت ہے جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی ہے' لیکن جب الیکشن ہوتا ہے تو عوام جماعت اسلامی کی بجائے ووٹ بھٹو کو دیتے ہیں' بلکہ جماعت اسلامی کی ضمانتیں ضبط ہوتی ہیں۔ حال آنکہ پاکستان کے عوام مسلمان ہیں اور نظام اسلام اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں' لیکن ان کو یہ تمیز نہیں کہ اسلام کا خیر خواہ بھٹو ہے یا مودودیؒ۔ ووٹ بھٹو کو دیتے ہیں یا مودودی کو۔ مولانا جب بھی الیکشن ہوں گے تو عوام اپنی پسند دیکھیں گے' عوام نے جو بھٹو کو چنا تو اس لیے نہیں کہ بھٹو میں کوئی خوبیاں تھیں بلکہ اس لیے کہ بھٹو عوام جیسا تھا۔ جو خصلتیں عوام میں پائی جاتی ہیں یا عوام چاہتے ہیں وہ سب بھٹو میں موجود تھیں' کوئی برائی ایسی نہیں جو عوام میں پائی جاتی ہو اور بھٹو میں نہ ہو۔ بھٹو عوام کا آئینہ تھا اور عوام اس کا پرتو۔۔۔ بھٹو عوام کا پورا خلاصہ اور نچوڑ تھا بلکہ عوام کی صحیح کاپی (True Copy) تھا۔

نظام اسلام چلانے والوں کا انتخاب عوام کے ہاتھ میں دینا جمہوریت میں تو جائز ہو سکتا ہے' اسلام میں جائز نہیں' کیوں کہ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ ان کو دھونس دھاندلی' دھوکا سے ہر وقت ورغلایا جا سکتا ہے۔ وہ کبھی صحیح انتخاب نہیں کر سکتے۔ یہ کام تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو صاحب کردار ہوں اور خود اسلام میں اجتہادی بصیرت رکھتے ہوں۔ عوام کے سپرد یہ کام کرنا ایسی ہی حماقت ہے جیسے کسی بڑے کارخانے کی تنصیب کا کام دیہاتیوں کے سپرد کر دینا۔ عوام کو یہ حق دینا گویا اسلام کو عوام کے تابع کرنا ہے کہ وہ جیسا اسلام چاہتے ہیں ویسے نمائندے منتخب کر لیں۔ اصغر خاں جیسے پہلے ہی کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کا اسلام لائیں گے' مزدوروں کا اسلام لائیں گے۔ ہم عوام کا اسلام لائیں گے۔ انھیں یہ معلوم نہیں کہ اسلام ایک ہے۔ اسلام مختلف اور کئی نہیں کہ عوام کا اسلام اور ہو اور مزدور کا اسلام اور ہو اور غریب کا اسلام اور ہو۔ اصل میں یہ لوگ اپنی ذہن کی کجی کو بھی اسلام سمجھتے ہیں کیوں کہ آج کل کے مسلمانوں کا اسلام کے بارے میں نظریہ بڑا عجیب ہے' وہ سمجھتے ہیں جو کچھ مسلمانوں میں چل جائے وہ سب اسلام ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان اسلام سے نہیں بنتے بلکہ اسلام مسلمانوں سے بنتا ہے۔ جو کچھ مسلمان کرتے جائیں وہ سب اسلام بنتا جاتا ہے۔ وہ

یہ نہیں جانتے کہ اسلام اللہ کا دین ہے' انسانوں کا بنایا ہوا نہیں۔ اگر وہ خالص رہے' ملاوٹ بالکل نہ ہو تو اسلام ہے' ذرا بھی ملاوٹ یا ردوبدل ہو جائے تو کفر ہو جاتا ہے۔ لوگ اسلام کے تابع رہیں تو مسلمان ہیں' اسلام کو اپنا تابع بنائیں تو کافر ہیں۔

اگر کہا جائے کہ جس معاشرے کے عوام سلجھے ہوئے مسلمان ہوں ان کو ووٹ کا حق کیوں نہ دیا جائے تو کہا جائے گا کہ جب اسلام میں الیکشن ہی نہیں تو ووٹ کا حق دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صحابہؓ سے بہتر کون سا معاشرہ ہوگا' لیکن عام صحابہ سے رائے نہیں لی جاتی تھی۔ خاص خاص صحابہ سے رائے لی جاتی تھی۔ جمہوری نظام میں ہر بالغ کو حق رائے وہی حاصل ہوتا ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ یہ جمہوریت کی بنیاد ہے۔ اسلام میں ایسا نہیں۔ اسلام میں رائے صاحب الرائے سے ہی لی جاتی ہے اور رائے دینا ہر ایک کا حق نہیں۔ اسلام اپنے افراد کا انتخاب خاص لوگوں میں سے کرتا ہے اور وہ خاص ایک اسلامی سوسائٹی کی کریم ہوتے ہیں جو کریم کی طرح اپنی صلاحیتوں کی بدولت از خود سوسائٹی کے اوپر آجاتے ہیں۔ جمہوری مصنوعی طریقوں سے نہیں لائے جاتے۔ اس متفق علیہ حدیث میں اسی قدرتی طریقہ انتخاب کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ نے پوچھا: "اَیُّ النَّاسِ اَکْرَمُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ" یعنی لوگوں میں قابل قدر کون ہوتا ہے' جس کو ہم اپنا قائد بنا سکیں۔ آپؐ نے فرمایا: ((عَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِیْ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاَسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا)) ❶ یعنی انسان کانوں کی مانند ہیں۔ جیسا سونا' چاندی کان میں بھی سونا چاندی ہیں اور باہر آکر بھی سونا چاندی۔ اسی طرح جو لوگ کفر کے معاشرے میں قائد قسم کے ہوتے ہیں وہ جب اسلام میں منجھ جاتے ہیں اور نکھر جاتے ہیں تو اسلامی معاشرے میں بھی وہ قائد ہی بنتے ہیں۔ کام کرنے والے لوگ بغیر الیکشن کے بھی سوسائٹی میں نمایاں ہوتے ہیں۔

---

❶ (بخاری ' کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فاتخذاللہ ابراھیم خلیلا﴾ ص 271 رقم 3353... مسلم کتاب الفضائل ' باب من فضائل یوسف علیہ السلام ص 1096 رقم 168)

مولانا صحابہؓ میں عشرہ مبشرہ کو کوئی الیکشن اوپر لایا تھا یا وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے خود بخود اوپر آ گئے تھے۔ مسلم لیگ میں جناح صاحب اور ان کے خاص ساتھی کیسے اوپر آئے تھے۔ مولانا آپ اپنی جماعت کو ہی لے لیں۔ آپ کو یہ درجہ اپنی جماعت میں الیکشنوں کی بدولت ملا ہے یا خداداد صلاحیتوں اور اپنی خدمات کی وجہ سے۔ بنی اسرائیل میں اقامت دین کی خاطر جب تنظیم نو ہوئی تو کیا ان کے بارہ نقیب الیکشن کے ذریعے منتخب ہوئے تھے یا وہ قبائلی سردار ہی تھے جن کو نقیب بنا دیا گیا تھا۔

مولانا تاریخ شاہد ہے کہ پوری اسلامی تاریخ میں الیکشن کبھی نہیں ہوئے۔ اگر اسلام میں یوں الیکشن ہوتے تو شاید حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی خلیفہ نہ بن سکتے۔ انصار کے ووٹ بڑھ جاتے، قریش کے کم ہو جاتے۔ اسلام تو عوام کے ووٹوں کو دیکھتا ہی نہیں خواہ وہ عوام صحابہؓ ہی ہوں۔ یہ بیماری تو جمہوریت میں ہی ہے کہ ہر بالغ کا ووٹ، اسلام میں خلیفہ کا انتخاب صرف اصحاب شوریٰ کا کام ہے اور شوریٰ انھیں خاص خاص لوگوں کی ہوتی ہے جو سوسائٹی کی کریم ہوتے ہیں۔ وہ اپنی خوبیوں کی بدولت سوسائٹی میں نظر آتے ہیں۔ اسلام اپنے افراد کے انتخاب میں جو اصول ملحوظ رکھتا ہے وہ قرآنی آیات و احادیث سے واضح ہیں۔ مثلا یہ کہ وہ متقی ہوں، علم و عمل میں بھی ان کا مقام ہو طاقت و جرأت بھی رکھتے ہوں تاکہ کوئی اقدام کر سکیں۔ صبر و برداشت بھی ہو۔ انتظامی صلاحیتوں کے بھی مالک ہوں۔ انتخاب کے وقت پہلی خدمات کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ جن سے ان کی تجربہ کاری اور ایثار کا بھی پتا لگ جاتا ہے اور کوئی وجہ ترجیح ہو تو اسے بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایک وجہ ترجیح ایسی ہوتی ہے جو سب وجوہات پر غالب ہوتی ہے۔ اسلام میں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں کہ اسلامی جمہوریت کا سوال پیدا ہو۔ اسلام میں تو خلافت ہے جس میں حاکم اعلیٰ اللہ ہوتا ہے اور مسلمان اس کا خلیفہ۔ خلیفہ کا کام اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہوتا ہے، اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔ جو بھی یہ کام کرے وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ اس کو لوگوں نے منتخب کیا ہو یا وہ بعض حالات کے تحت خود آ گیا ہو جیسا کہ پاکستان کی حالت کو دیکھ کر جنرل ضیاء نے کیا۔ اگر ضیاء کی قسمت اچھی ہوتی اور وہ جمہوری نہ ہوتا اور اللہ کے دین کو نافذ کر دیتا تو وہ یقیناً جائز اور شرعی خلیفہ

ہوتا، لیکن ستیاناس ہو اس جمہوریت کا کہ اس نے مسلمانوں کو بے کار بنا دیا ہے۔ ان کے ذہنوں کو ایسا بگاڑا ہے کہ اب وہ صحیح اسلامی سوچ سے بھی عاری ہو گئے ہیں۔ اللہ نے ضیاء کو بہترین موقع دیا تھا۔ اگر اس کا ذہن اسلامی ہوتا تو وہ کبھی بزدلی نہ دکھاتا۔ ضرور اسلام نافذ کر دیتا، لیکن اس کا ذہن جمہوری تھا۔ وہ ڈرتا رہا کہ میں ناجائز طریقے سے آیا ہوں، میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ادھر مفتی محمود صاحب اور جماعت اسلامی وغیرہ بھی جمہوری۔ ان کا مذہب بھی وہی کہ پہلے جمہوریت، پیچھے اسلام۔ پہلے الیکشن پھر کوئی اور بات۔ جمہوریت نے سب کی مت مار دی ہے۔ کیا ضیاء اور کیا اتحاد والے سب جمہوری انداز سے سوچتے ہیں۔ ان کے نزدیک حکومت وہی کر سکتا ہے جو عوام کا نمائندہ ہو، جو عوام کا نمائندہ نہ ہو وہ حکومت نہیں کر سکتا۔ یہ جمہوریت ہی تھی کہ میاں طفیل صاحب امیر جماعت اسلامی نے بھٹو کو تو اپنے غیر مشروط تعاون کا یقین دلایا کہ اگر وہ اسلام نافذ کرے تو وہ اس کے ساتھ ہیں۔ لیکن ضیاء کو یہ یقین نہ دلایا بلکہ ضیاء سے یہی مطالبہ کرتے رہے کہ الیکشن کروا کر جلدی چھٹی کرو۔ اسلام عوام کے نمائندے ہی نافذ کریں گے۔

مولانا مغرب جو جمہوریت پر زور دیتا ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کیا جائے، ان کو اسلام سے دور ہی نہیں بلکہ متنفر کیا جائے تاکہ وہ اسلام کی طرف نہ لوٹیں۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قریباً ہر تعلیم یافتہ مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کوئی جامع نظام نہیں کیوں کہ اس کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں۔ کچھ کہیں سے مستعار ہے، کچھ کہیں سے۔

مولانا یہ جمہوریت اسلام کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیوں کہ جمہوری نظام میں کسی ملک میں اس وقت تک اسلام نافذ نہیں کیا جا سکتا جب تک وہاں کے عوام نہ چاہیں اور اگر عوام چاہتے بھی ہوں تو عوام کا نمائندہ ہی اسلام نافذ کر سکتا ہے جو عوام کا نمائندہ نہ ہو وہ اسلام نافذ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی غیر نمائندہ شخص حکومت پر قبضہ کر کے اسلام نافذ کرنا چاہے تو جمہوریت میں یہ جائز نہیں بلکہ جو غیر جمہوری طریقے سے مسلط ہو جائے گا وہ غاصب ہے۔ مولانا آپ کے لفظوں میں اس کی مثال اس چوکیدار کی ہے جو چوکیداری کرتے کرتے مکان پر ہی قبضہ کر لے۔ جمہوری نظام میں اس طرح اسلامی فتوحات بھی نہیں ہو

سکتیں۔ جب فتوحات ختم تو جہاد بھی ختم۔ مسلمان تو مرزا قادیانی کے پیچھے پڑے رہے کہ وہ جہاد کے خلاف ہے حال آنکہ جمہوریت سب سے زیادہ جہاد کے خلاف ہے۔ نہ جہاد بالقلم جائز' نہ جہاد باللسان جائز۔ جہاد بالسیف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مولانا کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ بالکل نکل گیا ہے۔ مسلمان بے غیرت ہو کر رہ گئے ہیں۔ فتوحات جتنی بھی ہوئیں' خلافت و ملوکیت کے دور میں ہی ہوئیں۔ جمہوریت کے دور میں مسلمان پیچھے تو ہٹے ہیں آگے ایک قدم نہیں بڑھے۔ مولانا اب آپ سے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی ملک کو فتح کر کے وہاں کے عوام کی مرضی کے علی الرغم اس ملک میں اسلام نافذ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کر سکتا ہے تو ضیاء یا کوئی اور پاکستانی فوجی پاکستان پر مسلط ہو کر اسلام نافذ کیوں نہیں کر سکتا۔ اگر ضیاء جیسے کے لیے جائز نہیں کہ پاکستان پر قابض ہو کر اسلام کو نافذ کرے تو پہلے مسلمان فاتحین کے لیے یہ کیوں کر جائز تھا کہ وہ وہاں کے عوام کی مرضی کے خلاف قبضہ کر کے اسلام نافذ کریں اور اگر ان کے لیے بھی جائز نہیں تھا بلکہ ان کا یہ فعل غیر جمہوری اور غیر آئینی تھا تو ان مسلمان فاتحین کے بارے میں آپ کیا فتویٰ دیں گے' جو ملک پر ملک فتح کرتے چلے گئے اور اسلامی حکومتیں قائم کرتے گئے۔ کیا وہ اسلام کے ہیرو تھے یا غاصب وڈاکو جیسا کہ مغرب والے کہتے ہیں؟

مولانا مغرب اپنی جمہوریت کے ذریعے یہی تو مسلمانوں کو سکھانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا ماضی بڑا داغ دار ہے۔ مسلمانوں میں ماضی میں آمریت و ملوکیت رہی ہے۔ جمہوریت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان غیر مہذب تھے۔ ان میں وحشی پن اور بربریت پائی جاتی تھی۔ وہ ظالم و غاصب تھے' عوام کے احساسات وجذبات کا خیال نہیں رکھتے تھے وہ لوگوں کو غلام و لونڈی بناتے تھے۔ یہ جمہوریت ہی ہے جس میں عوام کو پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی مرضی کی حکومتیں بناتے ہیں اور اپنے اوپر آپ حکومت کرتے ہیں۔ جمہوریت کی بڑی برکات ہیں۔

مولانا جمہوریت اسلام کے مقابلے میں کافروں کا سیاسی نظام ہے۔ مغربی ممالک

چاہتے ہیں کہ اسلامی ملکوں میں جمہوری نظام ہی ہو تاکہ مسلمانوں کا رخ اسلام کی طرف نہ ہو۔ کفر کو معلوم ہے کہ جب تک مسلمانوں میں یہ جمہوریت ہے' خواہ اسلامی جمہوریت کے نام سے ہی سے ہو' مسلمانوں میں وہ اسلام نہیں آسکتا جس سے کفر کو خطرہ ہو۔ کفر جانتا ہے کہ اگر مسلمان جمہوریت کے چنگل سے نکل گئے تو وہ فوراً اصلی اسلام کی طرف دوڑیں گے۔ جس کا سیاسی نظام خلافت الٰہیہ ہے۔ جس میں کفر کے لیے پیغام موت ہے اور مسلمانوں کے لیے دعوت اتحاد و جہاد۔ مسلمانوں کو تو خلافت یاد نہیں رہی لیکن کفر کو وہ کبھی نہیں بھولتی۔ کفر کو جو نقصان پہنچا ہے وہ خلافت سے ہی پہنچا ہے۔ خلافت راشدہ ہو یا خلافت بنو امیہ' خلافت عباسیہ ہو یا خلافت عثمانیہ اسلام کی توسیع ان خلافتوں کے دور ہی میں ہوئی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض خلافتوں میں بے اعتدالیاں بھی ہوئیں' لیکن اسلام کے عروج کا زمانہ خلافتوں کا ہی زمانہ ہے۔ خلافت کے تصور میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد ہے۔ اسی لیے کفر خلافت کے تصور سے بہت خائف ہے۔ کفر خلافت کی تاریخ کو ایسے پیش کرتا ہے کہ مسلمان اس سے متنفر ہوں اور آئندہ کبھی اس کا نام نہ لیں۔ کفر مسلمانوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ اسلام کا اپنا کوئی سیاسی نظام نہیں۔ یہ خلافت کا تصور تو ملوکیت کا تصور ہے۔ جو اسلام کے چہرے پر سیاہ داغ ہے۔ کفر نے خلافت کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ عام اردو دان طبقہ تو درکنار مولانا آپ جیسے بھی متاثر ہونے سے نہ رہ سکے۔ حتیٰ کہ آپ نے وہ بدنام کتاب' خلافت و ملوکیت لکھ ماری اور میں سمجھتا ہوں' ملوکیت کو برا سمجھنا اور جمہوریت کو اسلامی کہنا ذہن کے انتہائی مرعوب اور متاثر ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ کہاں جمہوریت اور کہاں ملوکیت؟ ملوکیت کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔

مثلاً موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلاتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

﴿ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوكًا ﴾[5:المائدہ:20]اے بنی اسرائیل اللہ نے تمھیں بادشاہ بنایا' بنی اسرائیل کے ایک نبی اپنی قوم سے فرماتے ہیں﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ﴾ [2:البقرۃ:247] کہ اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یوسف علیہ السلام آخر عمر میں اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا یوں اعتراف کرتے ہیں ﴿ رَبِّ قَدْ

﴿اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ﴾[12:یوسف:101]اللہ تو نے بادشاہت بھی دی اور علم بھی دیا۔۔ مختصر یہ کہ اسلام ملوکیت کو برا نہیں کہتا کیوں کہ اسلام اور ملوکیت میں جمہوریت کی طرح تضاد نہیں۔ بادشاہ اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ جو اچھا ہے اسے خلیفہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ ملوکیت فی نفسہ بری نہیں'جمہوریت تو نظام ہی کافروں کا ہے۔ ہر لحاظ سے برا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے خیر کہاں ؟

خلافت کا تصور جس سے کفر خائف ہے' یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ اللہ ہے اور انسان جو حقیقت میں ایک صحیح مسلمان ہی ہو سکتا ہے' روئے زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ سب انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے برابر ہیں۔ کیوں کہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ فوقیت صرف نیکی اور تقویٰ سے ہے۔ جیسے اللہ کی حاکمیت وسیع ہے' اسی طرح اس کے خلیفے کی خلافت بھی روئے زمین پر وسیع ہے۔ اسلام کے لیے کوئی ملکی حدود نہیں۔ روئے زمین پر اسلام پھیلانا اللہ کے خلیفے کا فرض ہے۔ خلافت کے اس تصور سے مسلمانوں میں وحدت اور ایک مرکز کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جہاد کا جذبہ ابھرتا ہے۔ جب سب مسلمان برابر ہیں' کوئی اونچ نیچ نہیں تو قومی اور علاقائی عصبیتوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ خلافت کا یہ تصور کفر کے لیے الٹی میٹم ہے اور اسلام کے لیے توسیع کا پروگرام جس کے لیے جہاد کی ضرورت ہے اور جہاد کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفر مٹ نہ جائے اسے جاری رکھو۔ ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ﴾[2:البقرۃ:193] کفر جانتا ہے کہ خلافت الٰہیہ اور جہاد ایسے لفظ ہیں کہ ان سے مسلمانوں کی وہ دینی حس بیدار ہوتی ہے جو سب عصبیتوں کو ختم کر دیتی ہے اور دنیا کے مسلمان متحد ہو کر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے کفر خلافت کے تصور کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ اسے ہر صورت میں مٹانا چاہتا ہے' وہ جمہوریت کا سبق پڑھاتا ہے تاکہ مسلمان اللہ کو بھول کر اپنی حکمرانی کی دوڑ میں لگ جائے۔ مختلف عصبیتیں پیدا کر کے الیکشن لڑیں اور انتشار کا شکار ہوں۔ اسلام کی توسیع اور جہاد کا جذبہ ان کے دلوں سے نکل جائے' چھوٹی چھوٹی اپنی جمہوریتیں بنا کر آپس میں دست و گریباں رہیں۔ جب کمزور ہو جائیں تو کفر کے دست نگر رہیں۔ کفر نے جمہوریت کی اسی

ٹیکنیک سے ترکوں کا ستیاناس کیا' اسی ٹیکنیک سے عربوں کو پارہ پارہ کیا۔ مولانا اسی جمہوریت نے پاکستان کو دو لخت کیا۔ اس حال میں جمہوریت کے نمائندے بھٹو اور مجیب پاکستان کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور جماعت اسلامی کھڑی جمہوریت میڈیم کا منہ تک رہی تھی اور جمہوریت میڈیم جماعت اسلامی کا منہ چڑا رہی تھی۔ مولانا مشرقی پاکستان کو الیکشنوں کی بھینٹ چڑھا کر پھر الیکشنوں کا مطالبہ کرنا بے رحمی کی انتہا ہے۔ حال آنکہ بزنجو اور جی ایم سید جیسے صاف کہہ رہے ہیں کہ اگر اب الیکشن ہوئے تو ہم مجیب بنیں گے۔ مولانا آپ کی جماعت جو الیکشن کا مطالبہ کرتی ہے' تو کیا اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح ملک میں اسلام آجائے گا؟ اگر یہ خیال ہے تو ع

این خیال است و محال است و جنوں

مولانا کیا تیس سال میں آپ کی جماعت کو اس کا تجربہ نہیں ہوا اور اگر یہ امید ہے کہ الیکشنوں سے پاکستان محفوظ ہو جائے گا تو یہ بھی الٹی امید ہے۔ کیوں کہ ان الیکشنوں نے ہی تو پاکستان کو دو ٹکڑے کیا ہے اور مزید کے منصوبے ہیں۔ اور اگر مغرب کے دباؤ سے یہ الیکشن کروائے جا رہے ہیں تو یہ الیکشن پاکستان کو ختم کرنے کے لیے ہیں۔ مغرب کوئی ہمارا دوست ہے جو ہمارے لیے اچھا سوچے گا؟ پاکستان جیسے ملک میں الیکشنوں کے ذریعے اسلام لانے کی توقع رکھنا کسی ناعاقبت اندیش کا فکر تو ہو سکتا ہے کسی مدبر کی رائے نہیں ہو سکتی۔ بنی اسرائیل جیسی بگڑی ہوئی قوم میں دنوں میں کبھی اسلام نہیں لایا جا سکتا۔ کیوں کہ ان میں نہ انتخاب کرنے کی صلاحیت نہ منتخب ہونے کی اہلیت۔ ان میں تو اسلام کو نافذ ہی کرنا ہوگا' وہ چاہتے ہوں یا نہ۔ ایسے لوگوں سے پوچھ کر اسلام نافذ کرنا ایسی ہی غیر حکیمانہ بات ہے جیسے نالائق بچوں سے پوچھ کر ان کو پڑھانا کہ پڑھو گے یا چھٹی کرو گے۔ جو بچوں کی مرضی پر چلے گا وہ کیا خاک پڑھائے گا۔

پاکستانی قوم میں جو عرصہ تک اغیار کے نیچے رہی الیکشن کے کیا معنی۔ جس کو ان عیار اغیار نے اپنے اثر و نفوذ سے پوری طرح بھر دیا۔ جس کو ان عیاروں نے چھوڑا ہی اس وقت جب کہ قوم بالکل ناکارہ ہو گئی۔ ساری صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ قوت مدافعت جواب

دے گئی۔ پوری قوم ان کی تخم ریزی سے ایسی حاملہ ہوئی کہ آج بھی قوم انگریز بچے جن رہی ہے۔ انگریز ظالم تو غیروں پر حکومت کرتا تھا اس لیے وہ ایسے ایسے داؤ چلاتا تھا' لیکن اس کی پاکستانی ذریت اپنوں پر ہی وہ داؤ چلاتی ہے۔ انگریز چلا گیا لیکن اس کی سیاست اس کی اولاد کے ذریعے آج بھی پاکستان میں کارفرما ہے اور اسلام کے لیے رکاوٹ ہے۔ اپنے باپ کے اثر کے تحت یہ غیروں کے وفادار' اپنوں کے غدار جیسے انگریز اسلام اور پاکستان کا دشمن ایسے ہی یہ بھی اسلام اور پاکستان کے دشمن۔ ان کے نام اسلامی اور ان کے کام غیر اسلامی۔ ان کے جسم انسانی ان کی روحیں حیوانی۔ ان کے ذہن شیطانی ان کے دل مجسم بے ایمانی۔ بظاہر مسلمان' لیکن نظام اسلام سے ایسے الرجک کہ نام سنتے ہی چونک پڑتے ہیں۔ مولانا جس قوم کا یہ حال ہو ان میں الیکشن کروا کر اسلام لانے کے خواب دیکھنا کوئی عقل مندی نہیں۔ الیکشن تو ان قوموں میں ہو سکتا ہے جن کا فکر اپنا ہو' رائے اپنی ہو' زبان اپنی ہو' ان میں الیکشن کیسا جن کے نہ دل اپنے' نہ زبان اپنی۔ جو بجائیں بجیں' بلائے بولیں۔ مولانا اول تو الیکشن مسلمانوں کے مزاج ہی کے خلاف ہیں' تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔ دوسرے پاکستانی ذہنی غلامی کی وجہ سے الیکشن کے لائق نہیں۔ تیسرے اب الیکشن کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ اب پاکستان بن چکا ہے۔ الیکشن کی ضرورت اس وقت تھی جب پاکستان بنانا تھا۔ مسلمانوں کو اسلام کے لیے علیحدہ گھر کی ضرورت تھی۔ حکومت انگریز کی تھی۔ مقابلہ کفار سے تھا' الیکشن کے سوا چارہ نہ تھا۔ تعجب ہے جب الیکشن کی ضرورت تھی' پاکستان بنانا تھا تو مولانا آپ نے الیکشن میں حصہ نہ لیا' اس وقت آپ نے مسلم لیگ کا ساتھ اس لیے نہ دیا کہ وہ بے دین جماعت ہے' پاکستان جیسی اسلامی ریاست قائم کرنے کے اہل نہیں۔ حال آنکہ اس وقت اسلام لانے کا مسئلہ نہ تھا' بلکہ اسلام کے لیے گھر بنانے کا مسئلہ تھا۔ اس وقت لیگیوں سے اتفاق کرنا اور ان کے ساتھ الیکشن میں حصہ لینا اسلام اور مسلمان دونوں کے مفاد میں تھا اور اب جب کہ اسلام نافذ کرنے کا مسئلہ ہے جس کے لیے اول تو الیکشن کی ضرورت نہیں دوسرا لیگی وغیرہ سیاسی جماعتیں جو خود اسلام سے دور ہیں' اسلام لانے کے اہل نہیں۔ ان کے ساتھ مل کر آپ الیکشن کا مطالبہ کرتے ہیں' حال آنکہ اب الیکشن کروانا نفاذ اسلام کو ٹالنا اور ملک کو تباہ کرنا ہے۔

مولانا دعویٰ آپ اقامت دین کا کرتے ہیں اور چاہتے الیکشن ہیں۔ بھلا الیکشنوں سے بھی کبھی اقامت دین ہوئی ہے ؟! الیکشن سے جمہوریت پروری تو ہو سکتی ہے اقامت دین نہیں ہو سکتی' بلکہ الیکشنوں سے تو اماتت دین ہوتی ہے' کیوں کہ الیکشنوں میں صریحاً اسلام کی مخالفت ہے۔

1-- جب الیکشن جمہوری نظام کا ایک عمل ہے تو الیکشن کروانے میں جمہوری نظام کی ترویج ہے۔ چونکہ جمہوری نظام کفر کا نظام ہے لہٰذا الیکشن کروانا گویا کفر کے نظام کو رواج دینا ہے۔

2-- الیکشن ایک جمہوری عمل ہے' اور جمہوریت کفر کا نظام ہے اس نظام کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ اللہ اور اس کی حاکمیت کوئی چیز نہیں۔ خلافت الٰہیہ کا تصور ملوکیت کا استبدالی تصور ہے۔ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام ہی سب کچھ ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ الیکشن کے ذریعے اپنے اس حکومت کے حق کو استعمال کریں۔ لہٰذا الیکشن کروانا گویا جمہوریت کے اس کفریہ عقیدے کو تسلیم کرنا ہے۔

3-- الیکشنوں کی بنیاد یہ عقیدہ کہ حکومت عوام کا حق ہے' اللہ کا حق نہیں' الیکشن کروانا گویا عوام کے اس حق کو تسلیم کرنا ہے' جس سے اللہ کی حاکمیت کی نفی ہوتی ہے۔

4-- اسلام کہتا ہے حکومت اللہ کا حق ہے' کیوں کہ ہر چیز کا خالق و مالک وہی ہے۔ زمین پر بھی حکومت اللہ ہی کی ہے۔ زمین پر اللہ کا نائب خلیفہ ہوتا ہے' اس نائب کا کام اللہ کے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ اس نائب کے لیے عوام کا نمائندہ ہونا ضروری نہیں' وہ چند ایک کا مقرر کردہ بھی ہو سکتا ہے' وہ غیر ملکی بھی ہو سکتا ہے' وہ خود قابض بھی ہو سکتا ہے جو اللہ کے دین کو نافذ کرے وہ نائب ہے۔ عوام اسے منتخب کر سکتے ہیں نہ معزول۔ اِلاَّ یہ کہ اللہ کا باغی ہو جائے عوام اپنے کسی حق کی وجہ سے اسے نہیں ہٹا سکتے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: ((یٰا نَبِیَّ اللہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمْرَاءُ یَسْئَلُوْنَّ حَقَّھُمْ وَ یَمْنَعُوْنَّ حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْھِمْ مَاحُمِّلُوْا وَ عَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ)) یعنی یارسول اللہ ﷺ اگر ہمارے امراء اپنے حقوق تو

پورے وصول کریں لیکن ہمارے حقوق تلف کریں تو پھر کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اطاعت کرتے رہنا' نافرمانی نہ کرنا۔ وہ حاکم اعلیٰ یعنی اللہ کو اپنا حساب دیں گے۔ تم اپنا حساب دو گے۔ حضرت اوف ابن مالکؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے کہا: ((اَفَلاَ نُنَابِذُھُمْ اَفَلاَ نُقَاتِلُھُمْ یَارَسُوْ لَ اللہِ)) ❶ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ اگر ہمارے امراء ظالم ہو جائیں اور ہم ان سے تنگ آ جائیں تو کیا ہم ان کو اتار نہ پھینکیں آپؐ نے فرمایا' نہ جب تک وہ کفر بواح کر کے اللہ کے باغی نہ ہوں۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اسلام کا تو یہ حکم ہے کہ عوام کے کسی حق پر خلیفہ کو ہٹایا نہیں جا سکتا' کیوں کہ وہ اللہ کا نائب ہے۔ لیکن جمہوریت کہتی ہے کہ ہر پانچ سال بعد ضرور الیکشن ہوں' تاکہ خلیفہ کو بدلا جا سکے' اس کا کوئی قصور ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے میں اسلام کے اس حکم کی صریح مخالفت ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا ابطال ہے۔ نظریہ خلافت الہیہ کا استیصال ہے۔ مولانا آپ احادیث کو دیکھیں پھر اندازہ کریں کہ اس الیکشن بازی میں اسلام کی کتنی مخالفت ہے۔

مولانا کوئی مانے یا نہ اسلام میں الیکشن بازی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں الیکشن نہ پہلی بار جائز ہیں نہ پانچ سال بعد۔ جب اسلام عوام کے اور حکومت کے حق کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو الیکشنوں کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ عوام کو الیکشنوں کی اجازت دینے کے معانی یہ ہیں کہ حکومت عوام کا حق ہے۔ عوام کو حکومت کا حق دینے کے معانی یہ ہیں کہ اللہ علی الاطلاق حاکم نہیں۔ زمین پر حکومت عوام کی ہے۔ جب زمین پر اللہ کی حاکمیت نہ رہی تو اللہ کے احکام ماننے کا سوال کہاں رہا۔ تو پھر اسلام کہاں رہا اور یہی کفر چاہتا ہے کہ جمہوریت کے ذریعے مسلمانوں کو ملحد اور لادین بنائے۔ مولانا یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں نہ جمہوریت نہ الیکشن۔ اسلام عوام کو الیکشنوں کا حق بالکل نہیں دیتا۔

سوال: اسلامی معاشرے میں عوام کا کوئی حق ہے بھی یا اسلام عوام کو کوئی جانور ہی سمجھتا ہے

---

❶ (مشکوۃ 1088/2' کتاب الامارۃ والقضاء 'فصل اول 3673' من حدیث ام سلمہؓ .. صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب فی طاعۃ الامراء و ان منعوا الحقوق' ص 1009 رقم :49-50)

اور انہیں کوئی حق نہیں دیتا۔؟

جواب: عوام کا کوئی حق نہیں' بلکہ عوام کے تو بہت حقوق ہیں۔ اسلام عوام کو جانوروں کی طرح سلوک (Treat) نہیں کرتا' بلکہ گھر کے بچوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ صرف نظام حکومت میں دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔

سوال: اسلام میں عوام کے کیا حقوق ہیں ؟

جواب: وہی جو ایک گھر میں چھوٹوں کے بڑوں پر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کی تمام ضرورتیں پوری ہوں' ان کی مصلحتوں کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔' ان کے ساتھ شفقت و مساوات کا سلوک ہو' ان کی صحیح تربیت ہو تا کہ وہ مستقبل کے قائد اور مشیر بن سکیں۔ غرض یہ کہ ان کی ہر طرح سے کفالت ہو۔

سوال: اگر عوام کے حقوق پورے نہ ہوں تو پھر ؟

جواب: تو پھر کیا وہ بغاوت کر دیں' اگر والد اولاد کے حقوق پورے کرنے میں کوتاہی کرے تو اولاد کیا کرے گی' کیا وہ باپ کے خلاف جلوس نکالے گی اور مظاہرے کرے گی یا الیکشن کر کے باپ کو اس کے مقام سے ہٹادے گی۔

سوال: ہٹائے گی تو نہیں لیکن اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرے گی۔

جواب: لیکن ابا جی کہہ کر ہی کرے گی۔ جمہوری نظام کے طریقے اختیار تو نہیں کرے گی۔ با حسن طریق مطالبے کا حق تو اسلام بھی دیتا ہے۔ لیکن اسلام جمہوری تخریب کاریوں کی اجازت نہیں دیتا' کیوں کہ اس سے نظام حکومت مزید خراب ہوتا ہے اور بدامنی پھیلتی ہے۔

مولانا اسلام کا نظام سیاست اسلام کی طرح کا قدرتی نظام ہے۔ جب اسلام دین فطرت ہے اور ہر لحاظ سے جامع ہے تو اس کے شعبہ جات عین فطرت کے مطابق کیوں نہ ہوں گے ؟ یہ جمہوریت یا کفر کے اور نظاموں کی طرح غیر فطری اور Unscientific (غیر معقول) نہیں۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک گھرانے کے افراد کی طرح ہے۔ والد راعی ہے اولاد رعایا ہے۔ گھرانے کے بڑے افراد مجلس مشاورت ہیں اور پھر ہر ایک کے حقوق ہیں۔ ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ گھر ایک چھوٹا سا یونٹ ہے' اس کے نظام سے

ملکی نظام اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے افراد کو اسلام پہلے ایک دوسرے کے بھائی بناتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾[49:الحجرات:10] نیز ﴿یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾[4:النساء:59] کہہ کر ان پر ایک صاحب امر خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ اختلاف کی صورت میں مظاہروں' ہڑتالوں یا الیکشن کے ذریعے ادل بدل یا گڑبڑ کی اجازت نہیں دیتا' بلکہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ [4:النساء:59] کہہ کر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ تم میں کوئی حاکم نہیں' کوئی محکوم نہیں' سب کا حاکم اللہ ہے۔ تم سب کیا راعی کیا رعایا اس کے ماتحت ہو۔ وہ تم سب کا حساب لے گا۔ اس لیے سب قانون خداوندی کی پابندی کرو۔ پھر ﴿ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾[4:النساء:59] کہہ کر نتائج و عواقب کے لحاظ سے اسلامی نظام کے بہترین ہونے کی گارنٹی دیتا ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام گھر کے قدرتی نظام کی طرح ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے کے افراد میں وہی اخوت و مودت ہو جو بھائیوں میں ہوتی ہے۔ وہی شفقت و احترام ہو جو بڑوں چھوٹوں میں ہوتا ہے۔ وہی نظام حکومت ہو جو ایک گھرانے کا ہوتا ہے' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام تو اسلامی معاشرے کے افراد کو ایک جسم کے اعضا بناتا ہے جن میں ربط و ضبط بھی کمال کا کہ ایک عضو کی تکلیف سب اعضا کی تکلیف۔ اطاعت و فرمان برداری بھی غضب کی۔ سب ایک کنٹرولر کے ماتحت۔ وہ کنٹرولر تاحیات کنٹرولر رہتا ہے۔ نہ کبھی کوئی الیکشن' اور نہ کوئی جمہوری عمل اور یہی قدرتی نظام ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا رہے تو کام خوش اسلوبی سے چلتا رہتا ہے۔ اگر کسی طرف سے بے اعتدالی ہونے لگ جائے تو بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ بگاڑ کی صورت میں اسلام ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ﴾[8:الانفال:1] کے تحت اصلاح کا حکم دیتا ہے اور اصلاح بھی ایسے جیسے دو بھائیوں میں کروائی جاتی ہے ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ﴾ [49:الحجرات:10] جس میں صبر' عفو اور درگزر سے کام لینے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور یہی اس بگاڑ کا علاج ہے۔ الیکشن کوئی علاج نہیں۔ اسلام اپنے مریضوں کے علاج کا حکم دیتا ہے۔ مریض کو مار دینے یا بدل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ الیکشنوں سے مرض کا علاج نہیں ہوتا بلکہ مریض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ملک کے جتنے

یونیورسٹیوں میں نہ تعلیم رہی' نہ ڈسپلن۔۔۔ صنعتی اور محنتی اداروں میں' نہ پیداوار رہی نہ اعتماد۔ اخلاقی لحاظ سے ملک ویسے ہی دیوالیہ ہوگیا ہے' کیوں کہ اخلاق کا تعلق مذہب سے ہے اور جمہوریت جانتی نہیں کہ مذہب چیز کیا ہے؟ اس لیے جوں جوں جمہوریت آتی جاتی ہے مذہب روانہ ہوتا جاتا ہے اور مذہب کے ساتھ اخلاقی اقدار بھی ختم ہوتی جاتی ہیں اور معاشرے کا اخلاق اقدار سے عاری ہونا معاشرے کی موت ہے۔

جمہوری عمل کے تحت ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے سے ملکی حالات کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ سیاست کے میدان میں الیکشن کا کھیل کھیلنے والوں میں سے کسی کو بھی ملک سے ہمدردی نہیں رہتی۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میرا ٹھیکہ صرف پانچ سال کا ہے' پتا نہیں پھر ٹھیکہ کس کو ملے' اس لیے جتنا ہاتھ مارا جاسکتا ہے مارلوں اور وہ اپنے آنے والے سیاسی حریفوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب ہر ایک کو معلوم ہوتا ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد نیا ٹھیکہ ہوگا تو ہر قسمت آزمانئے ٹھیکے کے لیے اپنی تیاری کرتا ہے۔ کسی عصبیت پر یا کسی اور فتنے کے نام پر اپنی پارٹی بناتا ہے۔ اس طرح حشرات الارض کی طرح ملک میں سیاسی پارٹیاں بنتی ہیں جو ملک کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ نئے نئے مسئلے اور مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ملک کو استحکام نصیب ہونا تو در کنا ملک انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے الیکشن معاشرے کی بیماریوں کا علاج نہیں' بلکہ معاشرے کی موت کا سبب ہے۔ جب الیکشن سے حرص و ہوس بڑھتی ہے تو اس سے معاشرے کا علاج ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ علاج تو اس کو کم کرنے اور صبر کی عادت ڈالنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں اسلام الیکشن کی بجائے اچھی تدبیروں اور اخلاص بھری دعاؤں سے علاج کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اِثْرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَدُّوْا اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ))۔ [1] تم دیکھوگے کہ ایسے حاکم بھی آئیں گے جو تمھارے ساتھ ظلم و زیادتیاں

---

[1] (صحیح مسلم' کتاب الامارۃ ' باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الاول فالاول ص 1009' رقم 45.. مشکوۃ '1087/2 کتاب الامارۃ والقضا ' فصل اول رقم :3682)

کریں گے' صحابہؓ نے کہا کہ ایسی صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاکموں کے حق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کے لیے اللہ سے دعا کرنا۔ ایک اور حدیث میں جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا ((فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَهٗ الْاَجْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّةِ الشُّکْرُ وَ اِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْهِ الْاِصْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّةِ الصَّبْرُ)) [1] جب حاکم عدل کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعایا کے ذمے شکر ہے۔ اگر حاکم ظلم کرے تو حاکم پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے۔

ان جیسی بہت سی احادیث سے اور تجربے سے واضح ہے کہ بار بار الیکشن کروانا معاشرے کے بگاڑ کا علاج نہیں بلکہ خود بگاڑ ہے۔ اسلام عوام کو ہمارے حقوق' ہمارے حقوق کے نعرے لگا کر بغاوت کرنے یا الیکشن کروانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مولانا جب الیکشن اسلام میں جائز نہیں تو جو لوگ ہر پانچ سال بعد جماعتی یا ملکی الیکشن کرواتے ہیں کیا وہ اسلام کی مخالفت نہیں کرتے۔ ؟ جب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اسلام اور جمہوریت جمع نہیں ہو سکتے' کیوں کہ ان میں ایسا تضاد ہے کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہوتی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت اللہ کا حق ہے' کیوں کہ وہ رب العالمین ہے۔ جمہوریت نہ اللہ کو مانتی ہے' نہ اس کی حاکمیت کو وہ کہتی ہے۔ حکومت عوام کا حق ہے اور یہی الیکشنوں کی بنیاد ہے۔ تو مولانا جو لوگ الیکشنوں کے عادی ہیں کیا وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے اس عمل سے جمہوریت کی تصدیق اور اسلام کی تردید نہیں کرتے۔ ؟ کیوں کہ ہر پانچ سال بعد الیکشن کروانے کی بنیاد ہی یہ ہے کہ حکومت اللہ کا حق نہیں عوام کا حق ہے' جس کو وہ الیکشنوں کے ذریعے استعمال کرتے ہیں اور جب اللہ کی حاکمیت کا انکار ہو جائے تو اسلام کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے' کیوں کہ اسلام اللہ کا حکم ماننے کو کہتے ہیں۔ جب عقیدہ ہو کہ اللہ حاکم ہی نہیں' حکومت اللہ کا حق نہیں بلکہ عوام کا حق ہے تو اسلام کہاں رہتا ہے۔ مولانا آپ ہی بتائیں کہ جب ایک دفعہ الیکشن ہو گئے' منتخب ہونے والے منتخب ہو گئے۔ حکومت کا کام ٹھیک چل رہا

---

[1] (مشکوۃ '1097/2 کتاب الامارۃ والقضاء رقم 3718)

ہے تو پھر ہر پانچ سال بعد الیکشن ضرور کرواؤ یا کفر چاہتا ہے کہ عوام اپنے استقرار حق کے لیے الیکشن ضرور کرواتے رہیں تا کہ عوام کا حکومت کا حق پکا ہو۔ اللہ کی حاکمیت کا تصور ختم ہو۔ مولانا جمہوریت کا اثر مسلمانوں پر ایسا ہے کہ آج کل عام مسلمان الیکشن کرواتے ہیں' لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ جمہوری الیکشن چیز کیا ہے ؟ان میں اسلام کی کتنی مخالفت ہے 'کیسے ان سے اسلام کی نفی ہوتی ہے اور کیسے کفر کا اثبات ہوتا ہے اور اس کا اثر ہے کہ آج مسلمان ہر شعبہ زندگی میں اسلام سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

مولانا خلیفہ کو نہ ہٹانا اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے لیکن جمہوریت اسے نہیں مانتی۔ وہ کہتی ہے کہ الیکشن ضرور ہوں۔ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چاروں خلفاء تاحیات خلیفہ رہے۔ کوئی الیکشن نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا ((لَعَلَّ اللّٰهُ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خُلْعِهِ فَلاَ تَخْلَعْهُ لَهُمْ))۔
● اے عثمان شاید اللہ تجھے خلافت کی خلعت پہنائے 'لوگوں کے کہنے پر اسے اتارنا نہیں۔
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ((بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَ عَلَى وَالْأَثَرَةِ عَلَيْنَا وَعَلَى اَنْ لاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ' اِلاَّ اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ))
❷ یعنی صحابہ کرام جب حضور ﷺ سے بیعت کرتے تو یہ اقرار بھی کرتے کہ ہم ہر حالت میں امیر کی اطاعت کریں گے۔ سوائے واضح کفر کے اسے نہیں ہٹائیں گے 'خواہ ہم اس سے تنگ ہی ہوں۔ یہ اسلام کا ایسا تاکیدی حکم ہے کہ بہت سے صحابہ سے اس سلسلے میں

● (مسند احمد 75/6 رقم 23945' حديث السيدة عائشة ؓ 87/6 رقم 24045 ايضا 149/6 رقم 24636.. جامع الترمدی ' كتاب المناقب 'باب منع النبی ﷺ ان لا يخلع القميص الذی يقصمه الله اياه' ص 2033رقم :3705)

❷ (صحيح مسلم' كتاب الامارة ' باب وجوب طاعة الامراء فی غير معصية و تحريمها فی المعصية ص 1009 رقم 42 .. ابن ماجة ' كتاب الجهاد 'باب البيعة ص 2650 رقم 2866' مشكوة' كتاب الامارة 'والقضاء ص 1056 رقم 3666)

احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے چند ایک جلیل القدر صحابہ کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوہریرہؓ، عوف بن مالکؓ، ام سلمہؓ، عبادہ بن صامتؓ، وائل بن حجرؓ اور ابوالدرداءؓ۔

مولانا اب اگر احادیث کو مانا جائے اور اسلام کے بنیادی عقیدے اللہ کی حاکمتی کو دیکھا جائے تو الیکشن ناجائز ہی نہیں بلکہ حرام ٹھہرتے ہیں اور جمہوریت ختم ہوتی ہے اور اگر الیکشن کروائے جائیں تو بے شمار احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اللہ کی حاکمیت کی نفی ہوتی ہے اور اسلام ختم ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام اور جمہوریت ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے یا اسلام چھوڑنا پڑے گا یا جمہوریت۔

مولانا اسلامی جمہوریت والے ملک کو اسلامی جمہوریہ کا نام دے کر بہت فخر کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مارا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اسلامی جمہوریہ میں حکومت اسلام کی نہیں ہوتی، حکومت جمہور کی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام جمہور کے رحم و کرم پر ہی ہوتا ہے اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ بادشاہ کی بادشاہت چھین کر کسی غلام کو دے دیئے، اور پھر بادشاہ کی دلجوئی کے لیے بادشاہ کو غلام کے برابر بٹھا دینے میں بادشاہ کی کوئی عزت ہے؟ اسلامی جمہوریہ میں حکومت جمہور کی ہوتی ہے اور اسلام جمہور کے تابع ہوتا ہے۔ جہاں حکومت اسلام کی ہوتی ہے اور جمہور تابع ہوتے ہیں اس کو جمہوریہ نہیں کہتے۔ چنانچہ خیر القرون میں جب حکومت اسلام کی تھی، جمہور اسلام کے تابع تھے، کسی ملک کو اسلامی جمہوریہ نہیں کہتے تھے۔ مولانا آپ ہی بتائیں خیر القرون میں خاص کر خلافت راشدہ کے دور میں جب کہ اسلام کا زور تھا کسی ملک کا نام اسلامی جمہوریہ تھا؟ اسلامی جمہوریہ کا تو نام چلا ہی اس وقت سے ہے جب سے مسلمان مرعوب ہو گئے ہیں۔ اسلام مغلوب ہو گیا۔ جمہوریت جو کفر کا نظام تھا غالب آ گیا۔ اسلامی جمہوریہ میں اسلام جمہور کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اگر جمہور اسلام پر مہربانی کریں تو اس کو اپنے ہاں ٹھہرائے رکھیں ورنہ جب چاہیں اکثریت کے ووٹ سے نکال باہر کریں۔ بھٹو اسلامی دستور کو بھی مانتا تھا۔ پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ کا نام دیتا تھا، لیکن جب دل چاہتا تھا مفتی محمود جیسے جمہوریت پرست کو اسمبلی سے باہر

پھینک کر اکثریت سے دستور میں ترمیم کر لیا تھا۔ اسلامی جمہوریہ میں نام ضرور اسلام کا ہوتا ہے لیکن یہ امکان ہر وقت رہتا ہے کہ جمہور جب چاہیں اکثریت کے ووٹ سے اسلام کے لفظ کو اڑا کر فقط جمہوریہ بنا دیں۔ جب اسلامی جمہوریہ میں حکومت جمہور کی ہوتی ہے' اسلام کی نہیں ہوتی تو لفظ اسلام کا کیا اعزاز اور کیا اعتبار۔!

مولانا یہ جمہوریت پسندی حقیقت میں عافیت پسندی ہے کہ کفر اسلام کو کچھ نہ کہے۔ اسلام کفر کو کچھ نہ کہے۔ دونوں جمہوریت کے سائے میں عافیت سے رہیں۔ مولانا یہ جمہوریت پسندی اصل میں کفر سے سمجھوتہ ہے اور جہاد نہ کرنے کا اقرار ہے اور جب مسلمان جہاد سے عاری ہو جاتا ہے تو اس کے پلے کچھ نہیں رہتا۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ' مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ)) ❶ جو مر جائے اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کی کبھی سوچ رکھی' وہ منافق ہو کر مرتا ہے۔ مولانا اس جمہوریت نے مسلمانوں کا جہاد کا جذبہ ختم کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو تبلیغ سے روک دیا ہے کہ تبلیغ سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ مسلمان پست ہمت ہو گئے ہیں۔ جرأت جاتی رہی ہے۔ مسلمانوں پر جب جمہوری دور آیا' مسلمانوں نے کھویا ہے کمایا کچھ نہیں۔

مولانا آپ کی سیاست بھی جماعتی ہو یا ملکی جمہوریت ہی ہے اور یہ جمہوریت پرستی آپ کی ناکامی کا سبب بھی ہے اور آپ کی دینی اور سیاسی بصیرت پر بدنما دھبہ بھی بلکہ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مولانا مودودی کیسا مفکر اسلام ہے جو جمہوری نظام کا آرزو مند ہے۔ مولانا جماعت اسلامی کی سیاست بھی جمہوریت ہی ہے اور جماعت اسلامی آپ کی جماعت ہے اور آپ نے اس کی بنیاد رکھی ہے' آپ ہی اس کے روح رواں ہیں۔ اگرچہ آپ اب جماعتی سیاست سے ریٹائرڈ ہو گئے ہیں اور میاں طفیل امیر بن گئے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اب بھی جماعت اسلامی آپ ہی ہیں۔ اب بھی یہ جماعت آپ کی رہنمائی میں کام کرتی ہے۔ آپ کی

---

❶ (ابو داؤد : كتاب الجهاد ' باب الكراهية ترك الغزو ' ص 1408 رقم 5202.. نسائي ' كتاب الجهاد ' باب التشديد في ترك الجهاد ' ص 2287 رقم 3099)

وفات کے بعد بھی یہ جماعت آپ کی لائنوں پر ہی کام کرے گی۔ اس لیے مولانا یہ آپ کے انجام کے لیے بھی بہتر ہے اور جماعت کے مفاد میں بھی کہ آپ خود بھی جمہوریت سے توبہ کر لیں اور اپنی جماعت کو بھی اپنے ہاتھوں سے اسلامی بنا جائیں۔ یہ آپ کے لیے بھی کفارہ بن جائے گی اور جماعت بھی حقیقی معنوں میں اسم با مسمّٰی ہو جائے گی۔

مولانا ابھی تک آپ کی جماعت کا یہ حال ہے کہ جماعت کے سربر آوردہ لوگوں کے اعتقاد اسلامی نہیں۔ چنانچہ پرفیسر غفور صاحب حال ہی میں بہاول پور تشریف لائے تو تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے کائنات کی تخلیق حضور ﷺ کی خاطر ہوئی ہے۔ یعنی وہی "لولاک" والا بے بنیاد عقیدہ اور قریباً ایسا ہی حال میاں طفیل صاحب کا ہے۔ جس جماعت کے قائدین کا یہ حال ہو اس جماعت کے عوام کا کیا حال ہو گا؟ مولانا جس جماعت کی سیاست جمہوریت ہو' اکابر کے عقائد ایسے بے بنیاد ہوں کہ مزاروں پر چادریں چڑھانا روا رکھیں' مذہب تقلیدی ہو' وہ کیا اسلامی ہو گی اور کیا اسلام لائے گی۔ مولانا اسلامی انقلاب لانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود صحیح معنوں میں اسلامی ہوں۔ اگر وہ اسلامی نہ ہوں تو انقلاب اسلامی کیسے لائیں گے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی آج تک اسلامی انقلاب کے خواب دیکھتی رہی اسلامی انقلاب نہ لا سکی۔

مولانا اب کوچ کا وقت قریب ہے' کوئی ایسا کارنامہ کر جائیں جس سے جماعت صحیح اسلامی حقیقی معنوں میں اسلامی بن جائے اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو جائے۔ جس سے ان کا ذہن بھی اسلامی ہو' ان کا عمل بھی اسلامی' ان کی سیاست بھی اسلامی ہو' ان کی معاشرت بھی اسلامی۔ جمہوریت نہ ان کی جماعتی سیاست رہے' نہ ملکی۔ مولانا آپ کی جماعت نام کی اسلامی ضرور ہے لیکن کام کی اسلامی نہیں۔ الیکشن تو چاہتی ہے لیکن اگر کہا جائے کہ ہم اسلام والوں کو مجاہدین بن کر کفر کے ساتھ ایسے ایسے کرنا چاہیے تو کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کریں گے تو پھر کفر بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔ مولانا آپ کی جماعت پر یہ سارا اثر جمہوریت کا ہے کہ جو کچھ کرو آئینی حدود کے اندر رہ کر کرو' خواہ آئین ایوب اور بھٹو کا ہو۔ مولانا جو کفر کے آئین کی پابندی کرے گا وہ کیا انقلاب لائے گا۔

مولانا سچی بات یہ ہے کہ یہ جمہوریت بہت بڑی بدعت ہے جس نے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے تباہ کر دیا ہے۔ عام بدعتوں کا احساس تو لوگوں کو ہو جاتا ہے لیکن جمہوریت جیسی بدعت کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ لوگ عام طور پر سیاست کو دین نہیں سمجھتے۔ اس لیے سیاسی بدعت کو بھی بدعت نہیں سمجھتے' حالانکہ یہ دوسری بدعتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس کے اثرات اتنے دوررس ہیں کہ شاید کسی اور بدعت کے ایسے نہ ہوں۔ بدعت کی خاصیت جیسا کہ حدیث میں آتا ہے یہ ہے کہ یوں ہی کوئی بدعت آتی ہے اسی قسم کی ایک سنت اٹھ جاتی ہے جو تا قیامت نہیں لوٹتی۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی سے اسلامی سیاست ایسی نکلی ہے کہ اب اسلامی سیاست ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ وہ اب جمہوریت کو ہی اسلامی سمجھنے لگ گئے ہیں اور جماعتی اور ملکی سیاست میں الیکشنوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ مولانا اللہ نے آپ کو بہت اونچا مقام دیا ہے' آپ کی زبان و قلم سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے۔ خاص کر آپ کی جماعت کے لیے تو وہ ہدایت کا سبب بھی بن سکتی ہے اور گمراہی کا بھی۔ اس لیے آپ کو بہت احتیاط چاہیے۔ آپ کو چاہیے کہ ماحول سے بالکل متاثر نہ ہوں۔ نہ کسی غیر اسلامی نظریہ کو خاطر میں لائیں۔ سلف کی راہ سے ایک انچ بھی نہ ہٹیں۔ ان کی راہ کامیابی کی راہ ہے اور ایک آزمودہ راہ ہے اس پر چلنے میں بڑی برکتیں ہیں۔ مولانا یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کل جن نظاموں کو آپ لات و منات بتاتے تھے' آج خود ان کے پجاری ہیں۔ پہلے جمہوریت آپ کے نزدیک منات تھی آج وہ آپ کی اور آپ کی جماعت کی سیاست ہے۔ اس لیے کہنا پڑتا ہے اچھرے والا مودودی' دارالسلام والا مودودی نہیں رہا۔ بہت فرق پڑ گیا ہے' دارالسلام والا مودودی اسلامی زیادہ ہے' اچھرے والا سیاسی زیادہ ہے۔ کیوں مولانا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر شبہ ہو تو اپنا قدیم اور جدید لٹریچر اٹھا کر دیکھ لیں۔ مولانا چاہیے تو یہ تھا کہ آپ ملکی سیاست کو اسلامی بناتے' آپ نے ماحول سے متاثر اور مرعوب ہو کر اسلام کو سیاسی بنا دیا۔ مولانا آپ نے جو اسلامی جمہوریت کا پودا لگایا ہے' پتا نہیں کب تک اور کتنے لوگوں کے لیے یہ فتنہ بنا رہے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی میں اس کو اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ نہ پھینکا تو نہ جانے کتنے بوجھ آپ پر پڑیں' اس لیے اپنی زندگی میں ہی اس کو صاف کر کے

اسلامی سیاست کا بیج بوئیں۔ مولانا یہ ٹھیک ہے کہ اسلامی سیاست کی راہ 'اسلامی جمہوریت کی طرح عافیت کی راہ نہیں 'بہت کٹھن ہے 'پر خطر ہے' جان لیوا ہے 'صبر آزما ہے لیکن ہے یقینی۔ کیوں کہ جہاد کی راہ ہے۔ جب پہنچائے گی خواہ دیر سے ہی پہنچائے' پہنچائے گی ٹھکانے۔ جمہوریت کی طرح لٹکائے ترخائے گی نہیں۔ مولانا اسلامی تاریخ دیکھ لیں۔ اسلام جب آتا ہے 'کفر کو پچھاڑ کر آتا ہے۔ یہ نہیں کہ کفر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کے ساتھ آئے۔ اس کے آنے کا انداز قرآن بیان کرتا ہے۔﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ مولانا اسی لیے جمہوریت خواہ اسلامی ہی ہو 'اسلام نہیں لا سکتی۔ اگر جمہوریت اپنی بے بسی میں کبھی اسلام لائے بھی تو کفر کے ہاتھوں سمجھوتہ کر کے لائے گی' تاکہ کفر کے لیے کارروائی کا موقع رہے اور ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾[17:الاسراء:81] والی بات نہ بنے اور اسلام ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ﴾ کے انداز سے نہیں آتا' وہ نہیں رہتا۔ پاکستان کب سے اسلامی بنا ہے ' قرارداد مقاصد کو پاس ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے 'لیکن چونکہ درمیان میں جمہوریت کا ہاتھ رہا ہے 'اس لیے آج تک پاکستان میں اسلام کے پاؤں نہیں لگے۔ جنرل ضیاء نے کتنا شور مچایا 'آگیا اسلام 'آگیا۔ لیکن کوئی نہ آیا۔ چوں کہ جمہوریت کا کفر ساتھ ہے۔ مولانا اسلام کبھی نہیں آتا جب تک کفر کو پچھاڑ نہ دے کفر پر چڑھ نہ جائے 'کفر کو مسل نہ دے کہ پھر اٹھنے کے قابل نہ رہے اور یہ جمہوریت کے تحت کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسلامی سیاست ہی ایسا کر سکتی ہے۔ مولانا اسلامی سیاست کیا چیز ہے ؟ اسلام لانے کی اسلامی کوشش 'جو بھٹو اور ایوب جیسے کفر کے آئینوں سے آزاد ہو کر اسلام لانے کی نیت سے کی جائے۔ مولانا اسلام میں کوئی کوشش غیر اسلامی نہیں جو اسلام کے لیے کی جائے اور اسلام پر منتج ہو۔ یہ ذہن کا بگاڑ ہے 'یہ جمہوریت کا اثر ہے کہ آئین ایوب اور بھٹو بنائیں اور ہم اسلامی بن کر ان آئینوں کی پابندی کرتے رہے۔ اسلام کفر کے آئینوں کے دماغ توڑنے سکھاتا ہے 'نہ کہ ان کی پابندی کرنا۔ قرآن کہتا ہے:﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ﴾ [21:الانبیاء:18] مولانا پاکستان میں اسلام لانا پاکستان کو از سر نو فتح کرنے کے مترادف ہے۔ پاکستان اسلام کے قبضے میں کبھی بھی نہیں آیا۔ پہلے یہ انگریز کے قبضے میں تھا اب اس کی

پاکستانی اولاد کے قبضے میں ہے' جو باپ سے بھی زیادہ شاطر ہیں۔ ملک کو ان سے چھڑانا از سر نو فتح کرنا ہے' جس کے لیے جمہوریت کفر کی بچی کام نہیں دے گی' اسلامی سیاست ہی کام دے گی۔ مولانا اگر ہمیں پاکستان میں اسلام لانا ہے تو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہؓ کو دیکھنا ہوگا۔ جمہوریت کو چھوڑ کر ان کی سیاست اور تدبیر کو اپنانا ہوگا۔ ان جیسے کارنامے انجام دینے ہوں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں ان شاء اللہ یقیناً کامیابی ہوگی۔ اور اگر ہم اپنے اسلاف کو چھوڑ کر کفر کے نظام جمہوریت کے پیچھے پڑے رہے تو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ والا ہمارا انجام ہوگا۔ مولانا پاکستان کے جو حالات ہیں' ان سے متاثر ہو کر اپنا دینی فریضہ سمجھ کر میں نے یہ چند اوراق تحریر کیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ملک میں سیاست کے میدان میں سوائے جماعت اسلامی کے کوئی ایسی جماعت نہیں جس سے اصلاح احوال کے لیے کچھ کہا سنا جا سکے۔ اس لیے میں نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو مخاطب کیا ہے۔ مولانا اگر انداز تحریر میں کوئی تلخی یا بے باکی ہے تو وہ حالات کی تلخی اور شدت کی وجہ سے ہے کہ حالات کیا ہیں اور جماعت اسلامی کیا کر رہی ہے۔ ملک الیکشنوں کی وجہ سے ختم ہونے کو ہے اور یہ الیکشن کا ورد کر رہی ہے۔ یہ تلخی کسی کی تنقیص کے لیے نہیں بلکہ دینی غیرت کے تحت اصلاح و تعمیر کے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ بھی محسوس نہیں کریں گے اور اصل مسئلے پر غور فرما کر اصلاح احوال کی کوشش فرمائیں گے۔

و ما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

مفتی محمود اور اتحادیوں کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

مفتی محمود اور اتحادیوں کے نام

شہدائے تحریک کے معصوم خون کا پیغام

اتحادیو!

ہم نے جو سینے تان تان کر گولیاں کھائیں' ہم نے جو اپنے خون کو ارزاں کیا تو کس لیے ؟ کیا وہ اسلام کے لیے تھا یا تمھاری کرسیوں کے لیے ؟

اتحادیو!

جب بھٹو کا خونی ہاتھ تمھاری گردنوں کے گرد تھا' اپنے ظالم شکنجوں میں تمھیں Fix Up کرنے کو تھا' تم نے اسلام کی دہائی دی' ہم نے اسلام کی خاطر اپنا خون دے کر تمھاری جان چھڑائی' اب تم الیکشن الیکشن کی رٹ لگاتے ہو' آخر یہ غداری کیوں ؟

سن لو!

یہ ہم سے ہی غداری نہیں' اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی غداری ہے اور ملک و قوم سے بھی۔

اتحادیو!

ہم تو اپنا خون تمھارے سر چڑھا کر آ گئے' آخر تمھیں بھی آنا ہے' دیکھنا اس معصوم خون سے غداری نہ ہو۔!

اتحادیو!

اسلام کو پیٹھ نہ دکھاؤ' کرسیوں کا خواب و خیال چھوڑ دو' اسلام کو نافذ کرواؤ ورنہ اللہ کے ہاں تمھاری پیشانی ہوگی' ہمارا ہاتھ ہوگا۔

﴿فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْأَقْدَامِ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ [55:الرحمٰن:41-42]

مفتی محمود صاحب
صدر قومی اتحاد
کے نام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

جناب مولانا مفتی محمود صاحب کے نام

اسلام علیکم۔!۔۔۔ مفتی صاحب! آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ نے آپ کو بہت اونچا مقام دیا ہے۔ مفتی پاکستان آپ' قومی اتحاد کے صدر آپ۔ مفتی صاحب اس اعتبار سے آپ کی ذمہ داریاں ہیں۔ اگر پاکستان کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس کا سہرا آپ کے سر اور اگر نقصان ہوتا ہے تو بھی آپ کے سر۔

مفتی صاحب! آپ کے بیانات بتا رہے ہیں کہ آپ ہر قیمت پر الیکشن چاہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ الیکشن کیوں چاہتے ہیں؟ کیا الیکشنوں سے پاکستان محفوظ ہو جائے گا یا ملک میں اسلام آجائے گا؟ مفتی صاحب! آپ جو الیکشن چاہتے ہیں تو کیا الیکشن آپ کا مقصود ہے یا اسلام آپ کا مقصود ہے۔ اگر الیکشن آپ کا مقصود ہے تو پھر مفتی صاحب آپ کا نظام اسلام کا دعویٰ مردود ہے۔ اسے آپ چھوڑ دیں۔ اگر اسلام آپ کا مقصود ہے تو الیکشن بے سود ہے۔ کیوں کہ الیکشنوں سے نہ کبھی اسلام آیا ہے' نہ آنے کی امید ہے۔ مفتی صاحب الیکشنوں کی سیاست پاکستان کی آزمائی ہوئی سیاست ہے۔ اس سیاست سے پاکستان کو نقصان تو پہنچا ہے فائدہ کبھی نہیں ہوا۔ ان الیکشنوں نے ہی مشرقی پاکستان کو توڑا ہے۔ ان سے مغربی کو توڑنے کے منصوبے ہیں۔ مفتی صاحب! آپ دیکھ نہیں رہے اتنے پاکستان کے دشمن ہیں' اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک۔ وہ الیکشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا وہ پاکستان کی خیر خواہی میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب پاکستان کفر کو بہت کھٹکتا ہے کیوں کہ یہ اسلام کی خاطر اور اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اس وقت اسلام کے جوش نے اسے بنا دیا۔ کفر روک نہ سکا۔ اب جب کہ اسلام کا جوش مدھم پڑ گیا اور عصبیتوں نے اس کی جگہ لے لی تو کفر کو موقع مل گیا' وہ اسے ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ کفر کی تکنیک یہی جمہوری الیکشن ہے' جن کو وہ پہلے مشرقی پاکستان میں آزما چکا ہے۔ مفتی صاحب! اب جو الیکشن ہوں گے بڑے خطرناک ہوں گے' کیوں کہ بعض کے ارادے انتقامی ہیں۔ چنانچہ سندھ پنجاب سے انتقام کا مطالبہ کرے گا۔ ہمارے بھٹو کو کیوں مارا۔ اس لیے جئے سندھ کے نعرے لگیں گے۔ بعض کے ارادے صوبائی مختاری کے

نام پر یلغار کی ہے ہیں۔ [illegible] آپ کے سامنے ہیں۔ [illegible]
ہی اسلام اور پاکستان دشمن ہیں جو تخریب کاری چاہیں گے۔ بھارت وروس کے عزائم بھی آپ
کو معلوم ہی ہیں۔ ان کے ایجنٹ بھی کام کریں گے۔ وہ موقع کے انتظار میں ہیں۔ مفتی
صاحب! الیکشن ہو جائیں گے۔ تب آپ بے بس ہوں گے' عوام بپھرے ہوئے ہوں گے نہ
فوج کچھ کر سکے گی' نہ لیڈر کچھ کر سکیں گے۔ لہٰذا مفتی صاحب! الیکشن کا مطالبہ کرنے سے
پہلے الیکشن کے نتائج کے بارے میں سوچ لیں۔

مفتی صاحب! آپ الیکشن پر اتنا جو زور دیتے ہیں' جس میں خطرات ہی خطرات
ہیں' آپ لوگ اسلام کے نفاذ پر زور کیوں نہیں دیتے۔ کیا اسلام کی ضرورت نہیں ؟ یا بغیر
الیکشنوں کے اسلام کا نفاذ ممکن نہیں'' مفتی صاحب! جتنا زور آپ لوگوں نے الیکشنوں پر دیا
ہے اتنا زور اگر اسلام کے نفاذ پر دیتے تو اسلام بھی کچھ نہ کچھ نافذ ہو جاتا اور رسوائی بھی نہ
ہوتی۔ مفتی صاحب! حقیقت یہ ہے کہ کفر نے اس جمہوریت کے ذریعے مسلمانوں کو بہت
نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام بھی ان سے چھڑا دیا ہے اور اسلامی فکر بھی ان سے لے لیا ہے۔
جمہوریت کا مسلمانوں کے ذہنوں پر یہ اثر ہے کہ آج مسلمانوں کو اسلام ناقص نظر آتا ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ اسلام کوئی سیاسی نظام نہیں اور جب مسلمان مودودی اور آپ جیسی بزرگ
ہستیوں کو دیکھتے ہیں کہ آپ کا مذہب بھی جمہوریت ہے اور جمہوریت کی آپ لوگ دعوت
دیتے ہیں تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام ایک ناقص مذہب ہے جس میں کوئی سیاسی نظام
نہیں۔ اس لیے ہمیں مغربی جمہوریت کو اپنا لینا چاہیے۔ مفتی صاحب! حقیقت یہ ہے کہ جب
سے مسلمانوں نے اپنے نظام خلافت کو چھوڑا ہے' مسلمان دین و دنیا دونوں لحاظ سے تباہ ہو
گئے ہیں۔ وہ خلافت کے تصور کو ختم کر کے عصبیتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی
جمہوریتوں میں بٹ گئے ہیں حتیٰ کہ کفر کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ مفتی صاحب اسلام کا
اپنا ایک سیاسی نظام ہے۔ وہ ہے خلافت الٰہیہ' جس میں حاکم اعلیٰ اللہ ہوتا ہے۔ مسلمان اس
کا خلیفہ۔ خلیفہ کا کام اللہ کے حکم کو نافذ کرنا ہے۔ اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔ جو بھی یہ
کام کر سکے وہ اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس کو لوگوں نے منتخب کیا ہو یا وہ خود آ گیا ہو' جیسا کہ

پاکستان کے حالات دیکھ کر صدر ضیاء نے اقدام کیا۔ اگر ضیاء کی قسمت اچھی ہوتی اور وہ جری ہوتا' اللہ کے دین کو نافذ کر دیتا تو وہ یقیناً جائز اور شرعی ہوتا۔ لیکن ستیاناس ہو اس جمہوریت کا وہ بھی آپ کی طرح کا جمہوری تھا۔ وہ روتا رہا۔ مفتی صاحب! آپ اور جماعت اسلامی جو اسلامی جمہوریت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کبھی آپ نے سوچا بھی جمہوریت اسلامی کیسے ہو سکتی ہے ؟ جمہوریت کفر کا نظام ہے۔ اسلام نظام الٰہی ہے۔ جمہوریت میں عوام کی چلتی ہے۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اللہ کی چلتی ہے' اللہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ عوام چاہیں یا نہ چاہیں۔ مفتی صاحب اسلامی جمہوریہ میں عوام جب چاہیں اپنی اکثریت کے ووٹ سے اسلام کی چھٹی کروا دیں۔ جب چاہیں اسلام کو رکھ لیں۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام عوام کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ عوام اسلام کا لحاظ کر لیں تو ان کی مہربانی۔ لحاظ نہ کریں' چھٹی کروا دیں تو ان کی مرضی۔ مفتی صاحب بھٹو نے دستور کو بھی اسلامی مان لیا' پاکستان کو بھی اسلامی جمہوریہ لکھ دیا۔ لیکن جیسے چاہا دستور کو توڑا' اسلامی جمہوریہ کو مروڑا۔ جب چاہا آپ کو باہر پھینک کر آپ کی مرمت کر دی۔ مفتی صاحب! آپ عالم دین بھی ہیں اور مفتی بھی' اور احکام شریعت سے بھی آپ باخبر ہیں اور اسلامی تاریخ سے بھی آپ واقف ہیں۔ آپ ہی بتائیں کہ جمہوریت اسلام ہے یا اسلام میں جمہوریت ہے۔ کیا جمہوریت جو ایک کافرانہ نظام ہے اور کافروں نے ہی اسے ایجاد کیا ہے اسلامی ہو سکتی ہے ؟ آپ ہی سوچیں کیا کفر بھی مسلمان ہوا ہے ؟ مفتی صاحب کافر مسلمان ہو جائے تو ہو جائے' کفر کبھی مسلمان نہیں ہوتا۔ کفر باطل ہے اور باطل مٹنے والی چیز ہے۔ ﴿ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ اس لیے جمہوریت کبھی اسلامی نہیں ہوتی۔ مفتی صاحب نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے عالم دین ہوتے ہوئے کافروں کے اس نظام کو اپنا لیا اور بجائے اسلام کے الیکشن کو ورد زبان بنا لیا ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ اسلام آپ لوگوں سے بہت دور ہٹ گیا ہے' اور ملک میں نہیں آتا۔ خدا کے لیے آپ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ لوگ کیا کہیں گے یہ دیکھیں کہ اللہ کیا کہے گا۔ اگر آپ نے راہ نہ بدلی تو سوچ لیں پاکستان کا کیا حشر ہو گا اور آپ کا کیا انجام ہو گا ؟

منجانب جماعت اہل حدیث بہاول پور

مفتی صاحب
کی
پریس کانفرنس
کا جواب

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاول پوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی صاحب کی پریس کانفرنس کا جواب

پاکستان کیسے معرض وجود میں آیا اور کیا اس کا حشر ہوا سب جانتے ہیں۔ بقیہ پاکستان جن حالات سے دوچار ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ دیکھنے اور کرنے کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کے علل واسباب کیا ہیں اور آئندہ کا علاج کیا ہے؟

پاکستان کا بچاؤ اسلام کے احیاء اور نفاذ میں ہے۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان مختلف زبانیں بولنے والی مختلف قوموں اور علاقوں کا ملک ہے۔ اس کو ایک سلسلے میں منسلک کرنے اور رکھنے کے لیے' سوائے اسلام کے اور کوئی رشتہ تھا اور نہ ہے۔ اسلام کے رشتے ہی نے ایسے مختلف عناصر کو جوڑا تھا۔ جب وہ رشتہ ٹوٹ گیا تو تسبیح کے دانوں کی طرح ان کا منتشر ہو جانا ایک قدرتی امر تھا۔ اسلامی رشتے سے ہی پاکستان بنا تھا۔ جب وہ رشتہ کمزور ہو گیا تو ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو گیا۔ یہی قومیں تھیں' جنھوں نے مل کر پاکستان بنایا تھا اور اب وہی قومیں ہیں جو مختلف عصبیتوں کا شکار ہو کر پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ اس کا واحد سبب اسلام کا نافذ نہ ہونا اور اس کی جگہ جمہوریت کا رواج پانا ہے۔ مختلف حکومتیں آئیں' ہر ایک نے نظام اسلام اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے' لیکن اسلام کو نافذ نہ کیا۔ نہ ہی اسلامی رشتے کو مضبوط کیا' جس سے پاکستان کا استحکام تھا' جمہوریت کو مضبوط کرتے رہے' اس کے تحت الیکشن کرواتے رہے' دستور ساز اسمبلیاں بنا کر باری باری حکومتیں کرتے رہے' حتیٰ کہ ادھر بھٹو آ گیا' ادھر مجیب۔۔۔ اور مشرقی پاکستان چلا گیا۔ اگر اسلامی رشتے کو مضبوط کیا جاتا تو اسلامی اخوت پیدا ہوتی' محبت بڑھتی' اختلافات کم ہوتے' عصبیتیں کم ہوتیں نتیجتاً پاکستان مضبوط ہوتا' لیکن سب کچھ تب ہوتا جب اسلام کا احیا ہوتا۔ تبلیغ و تعلیم سے اس کی تجدید ہوتی۔ لیکن جمہوریت ایسا کہاں کرنے دیتی ہے۔

جمہوریت پاکستان کی بیماری ہے اور اسلام اس کی صحت و سلامتی

جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں خدا اور مذہب کا کوئی تصور نہیں۔ اس لیے اخلاقی اقدار کا اس نظام میں کوئی نام نہیں۔ جب کوئی نظام اخلاقی اقدار سے عاری ہو تو اس میں

خود غرضی، موقع پرستی، بد دیانتی۔ مال و جاہ کی طلب اور اقتدار کی ہوس جیسی مکروہ چیزوں کا جنم لینا قدرتی بات ہے اور یہی چیزیں ہیں جو تشتت و افتراق کا سبب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں یہ جمہوریت آئی ہے مسلمانوں میں وحدت ملّی کا فقدان ہے۔ بلکہ پوری قوم انتشار کے گرداب میں مبتلا ہے۔ تیس سال کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ پاکستان کی بیماری یہ جمہوریت ہے اور اس کی صحت و سلامتی اسلام ہے۔ جب تک پاکستان میں یہ جمہوریت ہے، اسلام نہیں آسکتا، کیوں کہ پہلے بیماری دور ہو پھر صحت آئے۔ پہلے جمہوریت جائے تو پھر اسلام آئے۔

مغربی جمہوریت کو اسلامی کہنا شیطانی اثر ہے

شیطان کی یہ خصلت ہے کہ وہ برائی کو خوب صورت کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ جمہوریت جو کفر ہے شیطان اسے مسلمانوں کے سامنے اسلامی کہہ کر پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جمہوریت وہ بری ہے جو مغرب میں ہے پاکستان میں جہاں سب مسلمان ہیں، جمہوریت اسلامی ہے حال آنکہ یہ بہت بڑا دھوکا ہے۔ جمہوریت ایک ہی نظام ہے مغرب میں ہو یا مشرق میں۔ مغرب میں جمہوریت سے مراد عوام کی حکومت ہے، پاکستان میں بھی جمہوریت سے مراد عوام کی حکومت ہے۔ مغرب میں جمہوری الیکشن ہوتے ہیں جو عوام کی حکومت کا ثبوت ہیں۔ پاکستان میں بھی جمہوری الیکشن ہوتے ہیں جو عوام کی حکومت کا ثبوت ہیں۔

جمہوریت کیوں کفر ہے

جمہوریت جو کفر ہے وہ اس وجہ سے کہ اس میں حکومت کا حق بجائے اللہ کے عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ جمہوریت اس وجہ سے کفر نہیں کہ عوام جو حکومت کرتے ہیں وہ کافر ہوتے ہیں۔ جمہوریت، جمہوریت ہے عوام کافر ہو یا مسلمان۔ جیسا زنا زنا ہے، کرنے والا کافر ہو یا مسلمان۔ یہ نہیں کہ کافر کرے تو زنا اور مسلمان کرے تو نکاح۔ جب زنا کہتے ہی مرد و عورت کے ناجائز اور غیر قانونی تعلق کو ہیں تو یہ تعلق جہاں بھی ہو گا زنا ہو گا اور حرام ہو گا۔ یہ

نہیں کہ اگر زنا مسلمانوں میں ہو تو حلال ہو گا' کافروں میں ہو تو حرام ہو گا۔ ایسے ہی جمہوریت مسلمانوں میں ہو یا کافروں میں' جب تک جمہوریت ہے کفر ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کہتے ہی عوام کی حکومت کو ہیں۔

حکومت کا حق اللہ کے سوا کسی کو دینا شرک وکفر ہے

حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ لاَ یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾ [18 الکھف:26]

اللہ حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

عوام تو درکنار اسلام حکومت کا حق کسی نبی کو بھی نہیں دیتا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ ﴾ [10:یونس:109] تو وحی کا پابند رہ۔ ﴿وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ لاَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾[42:الشوریٰ:15] اے نبی ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار' لوگوں کے پیچھے نہ جا (جمہوریت کی راہ نہ چل) اور لوگوں کو بتا دے کہ میں تو اللہ کی کتاب کو ہی مانتا ہوں جو اس نے اتاری ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لاَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [5:المائدہ :48] لوگوں میں اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کر۔ اللہ کو چھوڑ کر لوگوں کے پیچھے نہ لگ' یعنی جمہوریت کے پیچھے نہ جا۔ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا ہے ﴿ وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[5:المائدہ:44] جو اللہ کے قانون کو نہ چلائے وہ کافر ہے۔ جب اللہ کے قانون کو جاری نہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے جو اپنا قانون بنا کر چلائے وہ کافر بلکہ اکفر کیوں نہ ہو گا۔ اسی لیے تو جمہوریت کفر ہے کہ اس نظام میں الیکشنوں سے جو اسمبلیاں بنتی ہیں ان کا کام ہی قانون بنانا ہوتا ہے۔

الیکشن حرام ہیں

جب جمہوریت کا نظام صریحاً کفر ہے' کیوں کہ اس نظام میں حکومت عوام کی ہوتی ہے' وہی دستور و قانون بناتے ہیں تو اس نظام کے اعمال بھی کفر کے اعمال ہوں گے اور حرام

ہوں گے۔ چنانچہ الیکشن جو ایک جمہوری عمل ہے بالکل حرام ہے۔ اس عمل سے عوام کی حکومت کا حق ثابت کیا جاتا ہے۔

اعتراض کا جواب

بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر الیکشن حرام ہیں تو یہ حرام کہنے والے پہلے کہاں تھے ؟ آج تک تو ان لوگوں نے کبھی حرام کہا ہی نہیں۔ حال آنکہ اتنے الیکشن ہوئے۔ اب یہ حرام کہتے ہیں۔ ان جاہلوں سے کوئی یہ پوچھے کہ اب کیا یہ کہنا زائد المیعاد ہو گیا ہے۔ جواب الیکشنوں کو حرام کہنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی حرام کو کچھ عرصہ تک کوئی حرام نہ کہے تو کیا وہ حرام نہیں ہوتا۔ ایمان والوں کو دیکھنا یہ چاہیے کہ یہ چیز فی الواقع حرام ہے کہ نہیں یہ نہ کہے کہ آپ نے پہلے جو حرام نہیں کہا تو اب میں حرام نہیں مانتا۔ ایسے حیلے بہانے کرنا بنی اسرائیل کی خصلت تو ہو سکتی ہے ایک ایمان والے کی عادت نہیں ہو سکتی۔ ایمان والے کے لیے حرام حرام ہے۔ جب بھی معلوم ہو جائے۔ الیکشنوں کو پہلے حرام نہیں کہا گیا، تو اس لیے نہیں کہ وہ پہلے حرام نہ تھے، بلکہ اس لیے کہ پہلے یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ پہلے یہ کہنا عبث تھا۔ الیکشنوں کو حرام کہنے کی ضرورت اب اس لیے پیش آئی کہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ چھڑا ہی اب ہے۔ آج تک نہ اسلام کے نفاذ کا مسئلہ چھڑا، نہ الیکشنوں کو ناجائز کہنے کی نوبت آئی۔ بننے کو تو پاکستان بن گیا لیکن نظام وہی کفر کا رہا۔ الیکشن ہوتے رہے، جائز و ناجائز کا سوال پیدا نہ ہوا۔ کفر کے نظام میں جائز و ناجائز کا سوال بھی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اب جب ضیاء آیا، نظام اسلام کا چرچا ہوا۔ نفاذ اسلام کا اعلان ہوا تو الیکشنوں کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حقیقت کھلی کہ الیکشن حرام ہیں۔

الیکشنوں کا مقصد

الیکشنوں کا مقصد صرف انتخابات ہی نہیں۔ انتخاب تو اور بھی کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ معینہ مدت کے بعد الیکشن کروانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام اپنے حکومت کے حق کو استعمال کرے۔ ایک ہی کیوں حکومت کرتا رہے، عوام جس کو چاہیں لائیں جس کو

چاہیں ہٹائیں۔ اگر الیکشن صرف انتخابات کے لیے ہوں تو ایک دفعہ جب الیکشن ہو جائیں، منتخب ہونے والے منتخب ہو جائیں، حکومت کا کام ٹھیک چل رہا ہے تو پھر پانچ سال بعد الیکشن کروانے کی ضرورت؟ ظاہر ہے بار بار الیکشن کروانا عوام کے استقرار حق کے لیے ہے۔ انتخاب کے لیے نہیں، تاکہ سب باری باری حکومت میں اپنا حصہ لیں۔ اسلامی خلیفہ کی طرح ایک ہی حاکم نہ بنا رہے۔

بہاول پور کی اہل حدیث جماعت میں الیکشنوں کے خلاف مہم کیوں شروع کی؟

جب الیکشن ایک جمہوری عمل ہے اور قطعاً حرام ہے اور الیکشن کروانے سے جمہوریت کے نظام کفر کی ترویج ہوتی ہے تو جو لوگ الیکشنوں پر زور دیتے ہیں۔ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی مخالفت کر کے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے ان الیکشنوں کو روکنا تاکہ جمہورت کا قلع قمع ہو، ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جماعت اہل حدیث نے اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا جس میں الیکشنوں کو حرام قرار دیا۔ مفتی محمود صدر قومی اتحاد سے اپیل کی کہ خدارا الیکشنوں کی انگریزی سیاست کو چھوڑ کر اسلام کے نفاذ پر زور دیں۔ اسلام کے نفاذ میں پاکستان اور اسلامیان پاکستان دونوں کا فائدہ ہے اور الیکشنوں کے حرام ہونے کے علاوہ ملک کی سلامتی کو بھی سخت خطرہ ہے، لیکن مفتی صاحب آج کل فرنگی سیاست میں ایسے کھوئے ہوئے ہیں کہ ان کو اسلام کی بھی ہوش نہیں۔ جمہوریت نے ان پر اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ ان کی دینی حس بالکل بے حس ہو گئی ہے۔ اب ان کو کفر اسلام کا بھی کوئی پتا نہیں لگتا وہ جمہوریت کو جو کفر ہے اسلامی بتاتے ہیں اور موجودہ طریقہ انتخاب کو جو قطعاً غیر اسلامی ہے، اسلامی کہتے ہیں۔

مفتی صاحب! فتویٰ دیں

موجودہ الیکشنوں میں امیدوار پارٹی کے حصول کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں

بالعموم آزاد امیدوار خود کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اس طرح ٹکٹ کے لیے درخواست دینا یا خود

کھڑا ہونا اسلام میں جائز ہے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں ووٹوں کے حصول کے لیے جو جو ہتھ کنڈے استعمال کیے جاتے ہیں کیا وہ اسلام میں جائز ہیں؟ موجودہ الیکشنوں میں امیدوار مختلف طریقوں سے کنونسنگ (Convincing) کرتے ہیں۔ کیا یہ کنونسنگ اسلام میں جائز ہے؟ الیکشن لڑنے کے لیے حشرات الارض کی طرح ملک میں سیاسی پارٹیاں بنتی ہیں کیا اسلام میں ان کا کوئی جواز ہے؟ خلافت راشدہ میں ایسی سیاسی پارٹیاں تھیں۔ اگر تھیں تو ان کے نام کیا تھے؟ اوران کے لیڈر کون تھے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں مختلف سیاسی پارٹیاں الیکشن لڑتی ہیں۔ ایک حکمران پارٹی ہوتی ہے' باقی ساری اپوزیشن جیسے 1977ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی حکمران پارٹی تھی باقی سب اپوزیشن۔ کیا اسلام میں اس طرح حزب اختلاف بنانے کی اجازت ہے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں حزب اختلاف تھی؟ اور اگر تھی تو اس کے لیڈر کون تھے؟ مختلف سیاسی پارٹیاں جو انتخابی مہم چلاتی ہیں کیا اسلام میں اس کا کوئی جواز ہے؟ موجودہ طریقہ انتخاب میں ہر ووٹر انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے خواہ وہ کیسا ہی بدکردار اور بے دین کیوں نہ ہو' کیا ایسے ووٹر کا امیدوار بننا اور ایسے امیدوار کو ووٹ دینا اسلام میں جائز ہے؟

موجودہ طریقہ انتخاب میں تارا مسیح کا ووٹ مفتی محمود کے ووٹ کے برابر ہے اب مفتی صاحب ہی فتویٰ دیں کہ کیا ایک بھنگی اور مفتی اسلام برابر ہو سکتے ہیں؟ جب موجودہ طریقہ انتخاب میں ایک بھنگی کا ووٹ ایک مفتی کے ووٹ کے برابر ہے تو مفتی صاحب کیسے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ انتخاب اسلامی ہے؟ کیا مفتی صاحب نے دیوبند سے اسلام کی یہی تعلیم پائی ہے؟ کاش مفتی صاحب کو یہ آیات قرآنیہ نظر آتیں؟

1-- ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ﴾ [39:الزمر :9] کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھ کی بات تو عقل والا ہی کرتا ہے۔

2-- ﴿اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾[38:ص:28] کیا ہم نیک اور بد کو برابر کر

دیں گے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟

3-- ﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ Oمَالَکُمۡ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ﴾

[68:القلم:35] کیا کافروں کا یہ خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافروں کے برابر کردیں گے کہ ان کا اور ان کا درجہ ایک ہی ہو۔ کافرو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایسی بہکی بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟

جس نظام میں عالم اور جاہل نیک اور بد، مسلم اور کافر سب برابر ہوں وہ کیوں نہ کفر کا نظام ہوگا۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کفر ہے کیوں کہ اس نظام میں مسلم اور کافر نیک و بد سب برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوریت میں مذہب اور اخلاق جیسی کوئی چیز نہیں کہ اسلام اور کفر یا نیک و بد میں کوئی امتیاز ہو۔ پتا نہیں مفتی صاحب کیسے کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں۔ جب کہ کفر کی سب باتیں موجودہ طریقہ انتخاب میں پائی جاتی ہیں۔

- موجودہ طریقہ انتخاب میں عورت مرد کے برابر ہے کیا یہ برابری اسلام میں جائز ہے؟
- موجودہ طریقہ انتخاب میں عورت پارٹی لیڈر بن سکتی ہے کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟
- موجودہ طریقہ انتخاب ایسا ہے کہ حکومت کے خزانے سے کروڑوں روپیہ الیکشن پر خرچ ہوتا ہے کیا الیکشن جیسے ذلیل کام پر اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے؟
- ہر الیکشن لڑنے والا اس الیکشن بازی میں لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا ہے۔ صرف حصول اقتدار کے لیے یا ممبر بن کر اس سے کئی گنا زیادہ کمانے کے لیے۔ کیا یہ سودے بازی اور کاروبار اسلام میں جائز ہے؟

یہ اور اس قسم کی اور بے انتہا قباحتیں ہیں جو اس طریقہ انتخاب میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے ایسا انتخاب کبھی اسلامی نہیں ہوسکتا' بلکہ یہ طریقہ انتخاب ہی دلیل ہے۔ اس بات کی کہ پاکستان میں وہی مغربی جمہوریت ہے جو کفر ہے۔ اگر پاکستان میں مغربی جمہوریت نہ ہوتی تو یہ طریقہ انتخاب کبھی نہ ہوتا۔ جس طریقہ انتخاب سے بھٹو اور مجیب جیسے شاطر اور اسلام دشمن

برسر اقتدار آ جائیں وہ طریقہ اسلامی کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر طریقہ انتخاب اسلامی ہو تو نیک اور متقی لوگ منتخب ہوں نہ کہ بد۔

مفتی صاحب کا حال عوام کا سا ہے

مفتی صاحب کا ایسے طریقہ انتخاب کو اسلامی کہنا دلیل ہے اس بات کی کہ مفتی صاحب کا ذہن بھی جمہوریت کے اثر سے جمہوری ہوگیا ہے۔ وہ بھی عام مسلمانوں کی طرح یہی سمجھتے ہیں کہ جو مسلمان کرتے ہیں وہ سب اسلام بن جاتا ہے۔ جاہل عوام کے ساتھ مفتی صاحب کا بھی یہی مذہب ہے کہ اسلام کو مسلمانوں کے تابع ہونا چاہیے' مسلمانوں کو اسلام کے تابع نہیں اسی اصول سے وہ موجودہ الیکشن کو اسلامی کہتے ہیں' ورنہ جس کا اسلامی شعور ذرا بھی بیدار ہو وہ الیکشنوں کو کبھی اسلامی نہیں کہہ سکتا۔

مفتی صاحب کو مغالطہ

یہ ہے کہ مغربی جمہوریت تو کفر ہے' لیکن جو جمہوریت پاکستان میں ہجرت کر آئی ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ لگ کر اسلامی ہوگئی ہے۔ اب مغربی نہیں رہی۔ اس لیے اس کے تحت جو الیکشن ہوں گے وہ بھی اسلامی ہوں گے۔ اس لیے پریس کانفرنس میں مفتی صاحب نے کہا کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں۔ مفتی صاحب کا حال بھی عجیب ہے ایک طرف تو کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں' دوسری طرف کہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلام ابھی نافذ نہیں۔ اس کا نفاذ ہمارے منشور میں شامل ہے۔ الیکشنوں کے بعد اسلام نافذ ہوگا۔ مفتی صاحب سے کوئی پوچھے یا حضرت! جب پاکستان میں اسلام بھی نہیں اور مغربی جمہوریت بھی نہیں تو پھر پاکستان میں ہے کیا؟ ایک طرف مفتی صاحب کہتے ہیں پاکستان میں ابھی تک اسلام نافذ نہیں' دوسری طرف مفتی صاحب کہتے ہیں پاکستان کا موجودہ طریقہ انتخاب بالکل اسلامی ہے۔ اب کوئی پوچھے کہ جب ملک میں اسلام نافذ ہی نہیں تو طریقہ انتخاب اسلامی کیسے ہوگیا؟ طریقہ انتخاب تو کسی نظام کا بڑا جزو ہوتا ہے۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں

مفتی صاحب نے پریس کانفرنس میں کہا ۔ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں ' کیوں کہ مغربی جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے جب کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب سے کوئی پوچھے کہ مفتی صاحب اگر پاکستان میں حکومت عوام کی نہیں تو کیا پاکستان میں حکومت اللہ کی ہے ؟ آپ کو تسلیم ہے کہ ابھی پاکستان میں اسلام نافذ نہیں تو پھر پاکستان میں حکومت اللہ کی بھی نہیں۔ جب پاکستان میں حکومت عوام کی بھی نہیں کیوں کہ اگر عوام کی بھی ہو تو مغربی جمہوریت ہو اور بقول آپ کے پاکستان میں مغربی جمہوریت ہے نہیں۔ اور پاکستان میں حکومت اللہ کی بھی نہیں۔ کیوں کہ ابھی اسلام نافذ نہیں تو پھر پاکستان میں حکومت ہے کس کی ؟ اگر آپ کہیں کہ جب دستور میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے تو پھر حکومت عوام کی نہیں بلکہ اللہ کی ہے تو کہا جائے گا کہ جب عملاً حکومت اللہ کی نہیں کیوں کہ ملک میں قانون اللہ کا نہیں چلتا تو دستور میں اللہ کو حقیقی حاکم تسلیم کرنے سے کیا فائدہ ؟ اور اگر مفتی صاحب کہیں کہ دستور میں یہ تسلیم کر لینے سے جمہوریت مغربی نہیں رہتی بلکہ اسلامی ہو جاتی ہے تو کہا جائے گا کہ عملاً تو حکومت عوام کی رہتی ہے کیوں کہ ملک میں قانون اللہ کا نہیں چلتا۔ بلکہ عوام کا چلتا ہے اور اسی کو قرآن کفر کہتا ہے :﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾[5: المائدہ :44] کہ جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم کو جاری نہ کرے وہ کافر ہے۔ اور جب پاکستان میں اللہ کا قانون جاری نہ ہوا بلکہ عوام کا قانون رہا تو عوام کی حکومت ہوئی تو پھر مغربی جمہوریت ثابت ہو گئی۔ مفتی صاحب کتنے بھی ایچ پیچ کریں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستان میں وہ مغربی جمہوریت ہے جو کفر ہے۔ اس لیے اس کے تحت الیکشن کروانا کفر کو نافذ کرنا ہے جو ایک مسلمان کے لیے بالکل ناجائز ہے۔

جمہوریت اور اللہ کی حاکمیت جمع نہیں ہو سکتے

ہیں۔ اگر عوام کی حکومت نہ ہو تو پھر جمہوریت نہیں اور اگر جمہوریت ہو تو اللہ کی حاکمیت نہیں۔

مفتی صاحب کو یہ پتا نہیں کہ جمہوریت کہتے کسے ہیں؟

مفتی صاحب کے مغالطے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھیں یہ شعور نہیں کہ جمہوریت کہتے کسے ہیں؟ اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں ہے کیوں کہ مغربی جمہوریت میں حکومت عوام کی ہوتی ہے انھیں یہ پتا نہیں کہ جمہوریت مشرق میں ہو یا مغرب میں حکومت عوام کی ہی ہوتی ہے۔ عوام کی حکومت کو ہی جمہوریت کہتے ہیں۔ اگر عوام کی حکومت نہ ہو تو اسے جمہوریت کہتے ہی نہیں، مغربی جمہوریت اور پاکستانی جمہوریت میں فرق صرف عوام کا ہے۔ جمہوریت کا کوئی فرق نہیں۔

مغربی جمہوریت میں عوام انگریز ہیں' پاکستانی جمہوریت میں عوام انگریزی مسلمان ہیں۔ وہاں عوام اپنے ذہن کے مطابق حکومت کرتے ہیں' یہاں پاکستانی عوام اپنے ذہن کے مطابق حکومت کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ جمہوریت کے کفر ہونے کی ہے کہ اس میں عوام کی حکومت ہوتی ہے۔ جیسے بھی وہ عوام ہوں۔ اگر عملاً حکومت عوام کی ہو تو دستور میں یہ تسلیم کر لینے سے کہ حقیقی حاکم رب العالمین ہے۔ جمہوریت میں فرق نہیں آتا۔ جمہوریت کافرانہ ہی رہتی ہے' کیوں کہ حکومت جو عوام کی ہوتی ہے البتہ دستور میں ایسا تسلیم کر لینے سے منافقت ضرور ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ قوم کیسی منافق ہے کہ جو دستور میں کچھ تسلیم کرتی ہے اور عمل اس کا کچھ ہے۔

جس ملک کا دستور و قانون عوام کے ہاتھ میں ہو وہاں مغربی جمہوریت ہی ہوتی ہے

مفتی صاحب کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں کیوں کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم رب العالمین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس دستور میں یہ تسلیم

کیا گیا ہے وہ قرآن تو نہیں جو بدلہ نہیں جا سکتا' ہے تو وہ عوام ہی کا دستور ہے اور عوام کے بنائے ہوئے دستور کا کیا اعتبار ؟ اگر آج عوام دستور میں یہ بات تسلیم کر سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ ہے تو کل کو جب پیپلز پارٹی کی حکومت ہو گی تو عوام یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقیقی حاکم اللہ نہیں بلکہ عوام ہیں۔ چنانچہ مساوات مورخہ 14 اکتوبر 1978ء کے اداریے میں یہی مطالبہ ہے کہ جمہوریت کو آگے بڑھایا جائے اور عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ مفتی صاحب خوش ہیں کہ پاکستان کے دستور میں حقیقی حاکم اللہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہی دلیل ہے پاکستان میں مغربی جمہوریت کے ہونے کی کیوں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کا دستور عوام کے ہاتھ میں ہے۔ جس ملک کا دستور و قانون عوام کے ہاتھ میں ہو وہاں مغربی جمہوریت ہوتی ہے۔

جمہوریت انگریز کا ورثہ ہے

مفتی صاحب! حرام الیکشنوں کو حلال کرنے کے لیے بار بار یہی کہتے ہیں کہ پاکستان میں مغربی جمہوریت نہیں حالانکہ مفتی صاحب کو معلوم ہے کہ یہ جمہوریت وہی ہے جو انگریز بہادر اپنے ساتھ لایا تھا ورنہ انگریز کے آنے سے پہلے یہ جمہوریت یہاں کہاں تھی ؟ یہ انگریز کی آوردہ ہے اور اسی کا ترکہ ہے۔ مفتی صاحب جو الیکشنوں پر زور دیتے ہیں تو گویا انگریز کے ترکے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن تسلیم کرتے ہوئے شرماتے ہیں کیوں کہ ساری عمر تو انگریز سے لڑتے رہے اب اس کے وارث کہلائیں تو کس منہ سے ؟ اس لیے وہ بار بار انکار کرتے ہیں۔ پنجابی کی مثال مشہور ہے: "شورا کھڑ دا نالے ملاں کھاندا نالے مکردا"۔ مفتی صاحب کو چاہیے یا تو انگریز کے وارث نہ بنیں' نبی کریم ﷺ کے وارث بنیں۔ اور عالم نبیوں کے وارث ہی ہوتے ہیں۔ ((اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءُ)) الیکشن کا نام نہ لیں۔ اسلام کو نافذ کروائیں۔ جہاں انگریز گیا اس کے ترکے کو بھی وہیں بھیج دیں اور اگر انگریز کے وارث بن کر اس کی باقیات کو لیتے ہیں تو پھر شرم نہ کریں صاف اقرار کریں کہ یہ جمہوریت وہی ہے جو ہمارے بزرگ انگریز چھوڑ گئے تھے۔ اب ہم ان کے وارث ہیں۔ جب مفتی صاحب کو

انگریز کا ورثہ لینے میں کوئی شرم نہیں تو تسلیم کرنے میں کیا شرم ہے ؟

جمہوریت: مشرقی ہو یا مغربی ایک ہی ہے

مفتی صاحب ہزار تاویلیں کریں تاویلوں سے حرام کبھی حلال نہیں ہوتا۔ حرام حرام ہی رہتا ہے۔ پلیدی پلیدی ہی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر کہ جمہوریت مغربی نہیں، جمہوریت اسلام نہیں بن سکتی۔ جمہوریت جمہوریت ہی رہتی ہے۔ جمہوریت کے مغربی یا مشرقی ہونے سے جمہوریت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسے اسلام ہر جگہ اسلام ہے، مغرب میں ہو یا مشرق میں، مفتی صاحب عالم دین ہوتے ہوئے یہ نہیں سمجھتے کہ کفر اور اسلام کہیں بھی چلیں جائیں بدلا نہیں کرتے۔ کافر اور مسلمان تو بدل سکتے ہیں کفر اور اسلام نہیں بدل سکتے۔ کفر جہاں بھی جائے کفر ہے۔ جمہوریت جہاں بھی جائے جمہوریت ہے، جمہوریت اس لیے کفر نہیں کہ وہ مغربی ہے جمہوریت اس لیے کفر ہے کہ وہ جمہوریت ہے، اسلام نہیں۔ اور جو اسلام نہ ہو وہ کفر ہوتا ہے۔ ﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾[3:آل عمران :85] . . ﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلاَّ الضَّلَالُ ﴾[10 :یونس:32] اسلام کے سوا سب کفر ہے۔

مفتی صاحب کا المیہ مشرقی پاکستان کا غلط تجزیہ

اپنے بیان میں مفتی صاحب نے المیہ مشرقی پاکستان کا تجزیہ بھی خوب کیا ہے۔ ان کا یہ تجزیہ بھی ان کے استنباط کا شکار ہے۔ اس تجزیے میں بھی ان کا الیکشنی ذہن کام کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سقوط مشرقی پاکستان کا المیہ اس لیے رونما ہوا کہ ایک فوجی آمر نے مجیب کو اقتدار نہ دیا۔ اگر مفتی صاحب سوچتے کہ مجیب کو اقتدار نہ دینا تو بعد کی بات پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ مجیب کو مجیب کس نے بنایا۔ مجیب کو یہ درجہ کس نے دیا؟ اس فوجی آمر نے یا الیکشنوں نے۔ مجیب نے الیکشن کس بنیاد پر لڑا۔ پھر ادھر ہم ادھر تم کا فیصلہ کس نے کیا ؟ فوجی آمر کو اقتدار منتقل کرنے سے کس نے روکا ؟ عجب ہے کہ مفتی صاحب کو فوجی آمر تو نظر آگیا جو نہ تین میں، نہ تیرہ میں۔ جمہوری الیکشن کی برکت بھٹو نظر نہ آیا۔ وہ مشرقی پاکستان کے المیے کا

سب سے بڑا کردار ہے جس نے اس المیے کا سارا پلان تیار کیا ہے۔ جس نے جمہوریت کی دھونس میں اس فوجی آمر کو اپنا آلہ کار بنا کر پاکستان کا گلا کاٹا۔ المیہ مشرقی پاکستان کا اصل سبب یہ جمہوری الیکشن ہیں جس کی وجہ سے یہ بھٹو اور مجیب آئے اور انھوں نے سارا ڈرامہ کھیلا۔

بڑھاپے میں کرسی بہت بڑا سہارا ہے

اس المیے میں اس فوجی آمر کا اتنا قصور نہیں جتنا جمہوریت کے علمبردار مجیب اور بھٹو کا ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے فوجی آمر کو مورد الزام ٹھہرایا' صرف اس وجہ سے کہ آج کل مفتی صاحب اپنے فوجی نجات دہندوں پر سخت خفا ہیں کہ وہ جلدی الیکشن نہیں کروا رہے۔ کیوں کہ وہ محبوب کرسی کے وصل میں فصل بنے ہوئے ہیں۔ بڑھاپے میں مضبوط کرسی مل جائے تو کتنا بڑا سہارا ہے اور بھٹو کے بعد وہ مضبوط کرسی مفتی صاحب کو خالی بھی نظر آرہی ہے۔ یہی ضیاء ہے جس کو مفتی صاحب اور ان کے ہم مشرب فرشتہ رحمت بتاتے تھے' اب وہی ضیاء ہے جو فوجی آمر نظر آتا ہے' مفتی صاحب کی نظر میں اگر فوجی آمر ایسے ہی برے ہیں اور جمہوری شاطر ایسے ہی اچھے ہیں تو مفتی صاحب بھٹو کو ہی سینے سے لگائے رکھتے۔ اس کو علیحدہ نہ کرتے۔ وہ تو فوجی آمر نہ تھا' وہ تو جمہوریت کا تاجدار' قائد عوام تھا۔ مفتی صاحب نے اس کو بھی گلے نہ لگایا' اس کو بھی تختہ دار پر لٹکوا کر ہی دم لیا۔

جمہوریت پرستوں کی سیاست بھی عجیب ہے

بھلے دن ہوئے تو الیکشن الیکشن کرتے ہیں' جمہوریت کی رٹ لگاتے ہیں۔ جب جمہوریت کا لایا ہوا بھٹو جمہوریت کے دانت دکھاتا ہے تو اسلام کو یاد کرتے ہیں' کبھی نظام مصطفیٰ کا ورد کرتے ہیں' کبھی نظام مصطفیٰ کو الیکشنوں کی نظر کر کے جمہوریت کا ورد کرتے ہیں۔ جمہوریت پرستی اصل میں موقع پرستی کا دوسرا نام ہے' جس نظام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام نہ ہو' اخلاق حسنہ کا کوئی نام نہ ہو' اس نظام کے پرستاروں میں سوائے مطلب پرستی کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟

مفتی صاحب مفتی ہو کر علامہ احسان الٰہی ظہیر کے مقلد ہو گئے

پریس کانفرنس ملتان میں مفتی محمود صاحب سے اہل حدیث کی طرف سے سوال کیا گیا کہ موجودہ الیکشنوں کے اسلامی ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ چوں کہ مفتی صاحب آج کل مفتی تو ہیں نہیں' وہ تو سیاست کے کھلاڑی ہیں' اس لیے انھوں نے سیاسی جواب دیا کہ جو دلیل پچھلے الیکشنوں میں انتخاب لڑنے کی اہل حدیث علما مولانا معین الدین ' اور علامہ احسان الٰہی ظہیر وغیرہ کی تھی وہی اب ہماری ہے۔ کوئی مفتی صاحب سے پوچھے آپ ان اہل حدیثوں کے کب سے مقلد بن گئے ؟ کیا صرف الیکشن کے مسئلے میں آپ ان اہل حدیث عالموں کی تقلید کریں گے یا اور مسائل میں بھی ؟ الیکشنوں کے شرعی جواز کی ان عالموں کے پاس 'نہ تو پہلے کوئی دلیل تھی' نہ اب ہے۔ مفتی صاحب کا بھی عجیب حال ہے کہ جس مسئلے میں اہل حدیث عالموں کے پاس کوئی دلیل نہیں اس مسئلے میں تو ان کی تقلید کرتے ہیں اور جن مسائل میں ان عالموں کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں ان میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

سازشی کون ہے ؟

پتا نہیں پاکستان میں یہ کیا سازش ہے کہ جو اسلام یا پاکستان کی خیر خواہی میں الیکشن نہ کروانے کی بات کرتا ہے۔ اس پر فوراً سازش کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب نے بھی ایسے لوگوں پر کئی دفعہ سازش کا الزام لگایا۔ فیصلے کی بات یہ ہے کہ سازش کا خطرہ ہمیشہ دشمن سے ہوتا ہے۔ جو خیر خواہ ہو وہ کبھی سازش نہیں کرتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کے دشمن کیا چاہتے ہیں۔ اگر پاکستان کے دشمن الیکشن چاہتے ہیں تو سازش کا الزام الیکشن کا مطالبہ کرنے والوں پر آتا ہے۔ اگر پاکستان کے دشمن الیکشن نہیں چاہتے تو سازش کا الزام الیکشن نہ کروانے والوں پر آتا ہے۔ لیکن پاکستان کا کوئی دشمن ایسا نہیں جو الیکشن نہ چاہتا ہو۔ پاکستان کے جتنے دشمن ہیں' اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک سب الیکشن کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس لیے سازشی الیکشن کا مطالبہ کرنے والوں میں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ الیکشن روکنے

والوں میں سے نہیں۔

سازشی کانگریسی ہو سکتے ہیں

مفتی صاحب خوب جانتے ہیں کہ سازش کا شبہ ہمیشہ دشمن پر ہی ہو سکتا ہے' خواہ وہ دشمن اب بنا ہو جیسا کہ بھٹو یا وہ قدیم سے جیسے کانگرسی۔ کانگرسی کتنے بھی پاکستان کے خیر خواہ بنیں ان سے خطرہ ضرور ہے کیوں کہ ماضی میں وہ ہندو اثر کے تحت پاکستان کے وجود کے ہی مخالف تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا ماضی عود کر آئے' ان کے خفیہ جذبات بیدار ہو جائیں۔ وہ بھارت کے کانگرسی یاران طریقت کے اشاروں پر چلتے ہوئے الیکشن کا مطالبہ کرنے لگ جائیں۔ اپنی سازش کو چھپانے کے لیے وہ سازش' سازش کا ڈھنڈورا پیٹنے لگ جائیں۔ کانگرسیوں سے احتمال ہر طرح کا ہے۔ اس لیے سازش کا شبہ کانگرسی ذہن رکھنے والوں پر تو ہو سکتا ہے الیکشن کے مخالفوں پر نہیں۔ ملک میں الیکشن کی مخالفت اسلام اور پاکستان کے خیر خواہ ہی کرتے ہیں۔ دشمن تو الیکشن ہی چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا آزمودہ ہتھیار ہے' جس سے پاکستان کو کاٹا جا سکتا ہے۔

الیکشن کی مخالفت کیوں ؟

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حدیث الیکشن کی مخالفت دو وجہ سے کرتے ہیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ الیکشن شرعاً حرام ہیں۔ اس سے کفر کے نظام جمہوریت کی ترویج ہوتی ہے' دوسرے الیکشن موجودہ حالات میں پاکستان کے لیے انتہائی خطرناک ہیں۔ ان الیکشنوں سے پاکستان کی سلامتی کو سخت خطرہ ہے۔ اسی لیے ملک کا اکثر سنجیدہ حلقہ اور دین دار طبقہ الیکشن نہیں چاہتا۔ الیکشن پاکستان کے لیے کسی صورت میں بھی مفید نہیں۔ یہ سازش ہے جو بحالی جمہوریت کے نام پر فوری الیکشنوں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ ضیاء کو بصیرت دے کہ اس سازش کا ادراک کر سکے۔ تاکہ پاکستان الیکشنوں کے شر سے محفوظ رہے۔ خدا ہی اپنی اس مملکت خداداد کا حامی و ناصر ہے' ورنہ پاکستان کے دشمنوں کی کوئی کمی نہیں۔

اسلامیانِ پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ

معزز قارئین! جس دور سے اب پاکستان گزر رہا ہے وہ پاکستان کے لیے سخت ابتلا کا دور ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ملک میں حکمرانی کفر کی ہو یا اسلام کی تیس سال تک تو جمہوریت کے نام پر اسلام کو ٹالا جاتا رہا ہے۔ لیکن اب جمہوریت کی قلعی کھل گئی ہے کہ یہ کفر ہے اور یہی اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب جمہوریت کا فریب زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ کہ اسلام کو نعروں سے ٹرخایا جائے اور کفر حکومت کرتا رہے۔ کم از کم دین دار طبقے کو اب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ جب تک یہ جمہوریت ہے اسلام کبھی نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ بھٹو کو یوں ہٹا کر ضیاء کا بر سر اقتدار آنا اور آتے ہی اسلام کے نفاذ کا اعلان کرنا یہ بھی ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس سے کفر اور اسلام دونوں حرکت میں آگئے۔ دونوں اپنے اپنے انجام اور مستقبل کے بارے میں سوچنے لگ گئے۔ اگرچہ ضیاء نے نفاذ اسلام کا کوئی خاص کام نہیں کیا لیکن اس کا آغاز کر کے ایک طرف اس نے کفر کو ہوشیار کر دیا ہے' دوسری طرف اس نے مسلمانوں کو جھنجوڑ دیا ہے کہ اسلام کو نافذ کرنا ہے تو مسلمان ہو' فقط نعروں سے اسلام نہیں آئے گا۔

اسلام کا نام رسمی طور پر تو ماضی میں بھی لیا جاتا رہا ہے' لیکن یہ خیال کسی کو بھی نہیں ہوا کہ یہ نافذ بھی ہو گا۔ یہ خیال تو صرف ضیاء کی آمد سے ہی ہوا ہے کیوں کہ ضیاء جمہوریت کا دروازہ توڑ کر آیا ہے۔ اسلام کے دشمنوں نے اسلام کی آمد کا خطرہ کبھی محسوس نہیں کیا' کیوں کہ ان کے لیے جمہوریت کی ضمانت اسلام کے عدم نفاذ کے لیے کافی تھی۔ اب جب ضیاء آیا تو انھیں ڈر ہوا کہ کہیں سچ مچ اسلام آ ہی نہ جائے۔ اب جمہوریت تو رہی نہیں جو اسلام کو روک سکے۔ اب تو شخصی حکومت ہے اور شخصی حکومت میں ہی اسلام آسکتا ہے' کیوں کہ یہ اسلام کے مزاج کے موافق ہے۔ شخصی حکومت میں طاقت ایک ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اگر وہ ہاتھ اسلامی ہو' کام آنے والا ہو' تو اسلام کے نافذ ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ تو ضیاء کی بدقسمتی ہے کہ اللہ نے اسے ایسا موقع بھی دیا لیکن اس نے اسلام کو نافذ کر کے آخرت کا

تاج نہ لیا۔ اسلام کے نافذ کرنے جیسی نیکی کوئی نہیں۔ موقع ملے اور نافذ نہ کیا جائے تو اس جیسا کفر بھی کوئی نہیں۔ یا پھر مفتی صاحب اور جماعت اسلامی کی کم بختی ہے کہ انھوں نے اس موقع کو نہیں سنبھالا۔ جماعت اسلامی اپنے ایمان کی کمی کی وجہ سے ڈرتی رہی کہ پتا نہیں اسلام آئے یا نہ۔۔۔ جمہوریت کے قتل میں ہم کیوں شریک ہوں۔ کہیں ہمارا مستقبل تاریک نہ ہو جائے۔ جماعت اسلامی کو یہ پتا نہیں کہ اگر اسلام نہ آیا تو اس کا مستقبل تاریک ہی تاریک ہے اور جمہوریت کے ہوتے ہوئے اسلام نہیں آسکتا۔ اس لیے جب تک وہ جمہوریت نہیں چھوڑیں گے ان کا مستقبل تاریک ہی رہے گا۔ مفتی صاحب یہ سوچتے رہے کہ اگر اسلام ضیاء لے آیا تو پھر ہم کیا کریں گے۔ پھر ہمارا کھیل تو ختم۔۔۔ مختصراً یہ کہ نہ تو ضیاء نے جرأت ایمانی سے کام لیا ' حال آنکہ خمینی مسلسل یہی درس دے رہا ہے۔ نہ جماعت اسلامی اور مفتی صاحب نے ساتھ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام بھی نافذ نہ ہوا اور کفر بھی ہوشیار بلکہ انتقامی ہو گیا۔ اب یہ ضیاء اور غیرت مند مسلمانوں کے سر ہے کہ وہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اسلام کو نافذ کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں یا کفر کے آگے ہتھیار گرا کر خائب و خاسر ہوتے ہیں۔

وَاِلَيْهِ يُرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا وَ اِلَيْهِ اَنِيْبُوْا

☆☆☆☆☆
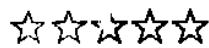
صدر پاکستان سے
اسلامیان پاکستان
کا مطالبہ

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

صدر پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب سے

اسلام اور اسلامیان پاکستان کا مطالبہ

جناب ضیاء صاحب! جس مقام پر آپ دو سال سے فائز ہیں' یہ امتحان کا مقام ہے کہ عِنْدَ الْاِمْتِحَانِ یُکْرَمُ الْمَرْءُ اَوْ یُهَانُ امتحان کا نتیجہ تخت ہوتا ہے یا تختہ۔۔۔ ضیاء صاحب اگر آپ نے پاکستان میں اسلام نافذ کر دیا تو آپ کے لیے تخت ہے ورنہ تختہ۔۔ اب آپ دیکھ لیں آپ نے کیا کیا ہے اور کیا کرنا ہے؟ اگر اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے' آپ میں طاقت ہے تو اسلام کو نافذ کرنے میں دیر نہ لگائیں' ورنہ کسی ایسے اللہ کے بندے کو باگ ڈور سنبھال دیں جو یہ سعادت حاصل کر سکے۔ اگرچہ ایں سعادت بزور بازو نیست۔۔۔ اللہ اس میں بھی آپ کو اجر دے گا۔

ضیاء صاحب!

اسلام کا نام لے کر خاموش ہو جانا اچھا نہیں۔ اس خاموشی میں بڑی بدنامی ہے۔ آپ کی بھی اور ہم مسلمانوں کی بھی۔ اس ملک میں صدر بھی آئے' اور وزیراعظم بھی آئے' نہ ان کو اسلام سے دلچسپی تھی نہ انھوں نے اسلام کا نام لیا۔ آپ نے آکر اسلام کا نام لیا' کیوں کہ آپ کے دل میں درد تھا لیکن آپ نے کام اسلام کا نہیں کیا۔ پتا نہیں کیا مجبوری تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام اتنا بدنام ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ کیا آپ اب خدا کے پاس اس طرح کلنک کے ٹکے کے ساتھ جائیں گے یا اس کو دھوئیں گے۔ ضیاء صاحب! ابھی وقت ہے۔ ابھی آپ بر سر اقتدار ہیں' جس سے آپ کی دنیا و آخرت میں سرخروئی ہو جائے۔ ورنہ آپ کی وجہ سے اسلام کی وہ بدنامی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ضیاء صاحب! آپ کے سامنے دو ہی راستے ہیں' الیکشن کروا کر ملک کو تباہی کی طرف دھکیل دیں اور جا کر اللہ کے ہاں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو جائیں یا اسلام کو نافذ کر کے سعادت اخروی حاصل کریں۔ خواہ آپ کو اس کی خاطر اپنی جان ہی دینا پڑے۔ ضیاء صاحب! یہ یاد رکھیں کہ پاکستان میں اسلام بغیر خون دیئے کبھی نہیں آئے گا۔ اسلام لانا پاکستان کو نئے سرے سے فتح کرنے

کے مترادف ہے۔ پاکستان اسلام کے قبضے میں کبھی نہیں آیا۔ پہلے یہ انگریز کے قبضے میں تھا اب اس کی روحانی اولاد کے قبضے میں ہے۔ وہ جاتا ہوا اپنی اولاد کو ورثے میں دے گیا۔ اب اگر اسلام لانا ہے تو اس کو از سر نو فتح کرنا ہوگا اور یہ کام کوئی فوجی مجاہد ہی کر سکتا ہے۔ پاگل ہیں وہ لوگ جو نظام اسلام کا نعرہ بھی لگواتے ہیں اور الیکشن بھی چاہتے ہیں۔ در حقیقت نہ ان میں سیاسی بصیرت ہے نہ ایمانی فراست۔ کرسی کے لالچ نے انھیں اندھا کر رکھا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ ایک طرف جمہوریت کے علم بردار بنتے ہیں اور الیکشن چاہتے ہیں۔ لیکن جب جمہوریت کا تاج دار بھٹو آتا ہے تو آکر ان جمہوریوں کے اندر اپنے پنجے گاڑھ دیتا ہے تاکہ ان کو جمہوریت کا مزا چکھائے۔ تو یہ اسلام کے نام پر فوج کو مدد کے لیے پکارتے ہیں کہ خدا کے لیے ہمیں اس جمہوریت کے عفریت سے بچاؤ۔ جب تک وہ ٹھکانے نہیں لگ جاتا یہ جمہوریت کا نام نہیں لیتے۔

ضیاء صاحب! یہ جمہوریت پسند حقیقت میں عافیت پسند ہیں۔ اسلام لانا اور اس کو سنبھالنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ اگر آپ یہ سعادت چاہتے ہیں تو توکل علی اللہ آگے بڑھیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا ورنہ کسی اور مرد مومن کے لیے جگہ خالی کر دیں۔ پتا نہیں اللہ کس سے یہ کام لے۔ پاکستان اللہ کا ہے' اسی نے بنایا ہے' وہی اس کی حفاظت کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆

ممبران اسمبلی کے نام اسلام کا پیغام

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوریؒ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ

وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ[14 ابراهیم :52]

ممبران اسمبلی کے نام۔۔۔۔اسلام کا پیغام

ممبران اسمبلی۔! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دنیا میں اگرچہ اللہ نے آپ کو بڑا درجہ دیا ہے' آپ اسمبلی کے ممبر ہیں۔ ملک و قوم کو بنانا یا بگاڑنا اب آپ کے ہاتھوں میں ہے' لیکن دین کے اعتبار سے آپ اکثر یتیم الاسلام ہی ہوتے ہیں۔ اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے۔ آپ اپنی دنیا میں مست ہیں۔ آپ کو اپنی آخرت کی فکر نہیں۔ حال آنکہ یہ دنیا آخرت بنانے کے لیے ہے' دنیا کمانے کے لیے نہیں۔ دنیا میں تو آپ ہیں ہی۔ یہ تو آپ کو مل گئی ہے' بہت گزر گئی' تھوڑی رہ گئی۔ فکر تو اب آپ کو آخرت کی ہونی چاہیے جو درپیش ہے۔۔۔اور کبھی ختم نہیں ہوگی۔

آپ نے کبھی یہ کیوں نہیں سوچا کہ جب آپ کا صدر بھی مسلمان' وزیر اعظم بھی مسلمان' سپیکر بھی مسلمان اور ممبران اسمبلی بھی تقریباً سب مسلمان تو پھر پاکستان میں اسلام کیوں نہیں؟ یہ تعجب کی بات نہیں کہ آپ سارے مسلمان ہوں اور اسلام نہ ہو۔ اسلام نافذ کر کے ہی تو آدمی مسلمان ہوتا ہے۔ اسلام کو نافذ کرنے کے معنی اسلام پر عمل کرنا اور کروانا ہے اور اسلام کے معنی حکم ماننا ہے۔ اگر اسلام کا حکم مان لیا تو اسلام بھی نافذ ہو گیا اور بندہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اگر اسلام کے حکم پر عمل نہ کیا تو نہ اسلام نافذ ہوا نہ بندہ مسلمان ہوا۔ مسلمان ہونے کے لیے اسلام کا نفاذ لازمی ہے۔ نفاذ اسلام اور مسلمان لازم و ملزوم ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ مسلمان ہوں اور اسلام نافذ نہ ہو۔ آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ کوئی شخص کب مسلمان ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ کلمہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور جنرل ضیاء اور جناب جونیجو کے صدر اور وزیر اعظم بن جانے سے ملک مسلمان ہو جاتا ہے؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ کلمہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا' مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے اوپر اسلام کو نافذ کر لیتا ہے۔ یعنی پورے اسلام پر عمل کرتا ہے۔ اسلام کو نافذ کیے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہو جائے' یہ خیال خام ہے۔۔۔ کلمہ پڑھنے سے تو اسلام میں صرف داخلہ ہی ملتا ہے۔ آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمان ہونے کے لیے اسلام کا پورا کورس پاس کرنا

پڑتا ہے۔ جیسے ایم اے میں داخلہ لینا اور چیز ہے اور ایم اے کر لینا بالکل اور چیز۔ اسی طرح کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخلہ لینا اور چیز ہے اسلام کے احکامات پر عمل کر کے مسلمان ہونا بالکل اور چیز۔ آدمی جوں جوں اسلام پر عمل کرتا جاتا ہے' ادھر اسلام نافذ ہوتا جاتا ہے' ادھر وہ مسلمان ہوتا جاتا ہے۔ اگر اسلام کا نفاذ رک گیا تو مسلمان کا اسلام ناقص ہو گیا۔

نکاح تو مرد و عورت کا ایجاب و قبول سے ہو جاتا ہے' لیکن مرد خاوند اس وقت بنتا ہے جب وہ اپنی عورت کو عملاً اپنی بیوی بنالیتا ہے اور اس کا سارا بوجھ اٹھالیتا ہے۔ اگر عورت کو عملاً وہ اپنی بیوی تو نہ بنائے اور عقد نکاح ہی سے خاوند رہنا چاہے تو پھر نکاح نہیں رہتا۔ عورت علیحدگی کا مطالبہ کر دیتی ہے اور کہتی ہے کہ یا خاوند والی ذمہ داریاں پوری کرو ورنہ مجھے طلاق دے میں صرف عقد نکاح سے ہی تیرے ساتھ لٹکتی پھروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آخر میرے بھی کچھ حقوق ہیں۔ جب تک وہ پورے نہ ہوں تو خاوند کیسا اور میں بیوی کیسی ؟

اسلام بھی کلمہ گو مسلمان سے یہی کہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر تو نے مجھے قبول تو کر لیا' اب یا تو مسلمان والی ذمہ داریاں پوری کر و ورنہ میرا نام نہ لے۔ صرف کلمہ پڑھ کر مجھے بدنام کرتا پھرے' یہ مجھے منظور نہیں۔ آخر میرے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ ان کو پورا کیے بغیر تو مسلمان کیسا ؟

کوئی ملک اس وقت مسلمان ہوتا ہے جب اس ملک پر حکومت اسلام کی ہو۔ قانون اسلام کا نافذ ہو اگر حکومت اسلام کی نہ ہو تو صدر اور وزیر اعظم یا ممبران اسمبلی کے رسمی مسلمان ہونے سے ملک مسلمان نہیں ہوتا۔ کہنے کو تو پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے' لیکن اسلام یہاں نہیں کیوں کہ یہاں حاکمیت اسلام کی نہیں۔ یہاں جمہوریت ہے جس میں حاکمیت عوام کی ہوتی ہے۔ اور جہاں حاکمیت عوام کی ہو وہاں اسلام نہیں رہتا۔ کیوں کہ جمہوریت وہ نظام ہے جس میں عوام کی چلتی ہے' اسلام کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اسلام کا حکم ہے ﴿ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ﴾ نماز کو قائم کرو' اگر اسلام کی حکومت ہو تو اس حکم کے تحت ہر مسلمان پر نماز پڑھنا فرض ہے اور جو نماز نہ پڑھے وہ قابل گرفت ہے اور مجرم ہے۔ لیکن پاکستان میں جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے' اسلام کا یہ حکم مانا نہیں جاتا۔ کیوں کہ یہاں جمہوریت ہے۔ عوام کی نمائندہ اسمبلی نے اسلام کے اس واضح حکم کو تسلیم نہیں کیا اور ملک کا قانون نہیں بنایا۔ اس لیے پاکستان میں نماز نہ پڑھنا قانوناً کوئی جرم نہیں۔ کسی کی مرضی پڑھے

یا نہ۔ نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا ہر ایک کا اپنا پرائیویٹ مسئلہ ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ جمہوریت میں خواہ اس کو اسلامی ہی کہا جائے 'اللہ کا کوئی حکم اس وقت تک ملک کا قانون نہیں بن سکتا جب تک عوامی حکومت اس کو ملک کا قانون نہ بنائے۔ جمہوریت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس میں چلتی عوام کی ہے تو پھر جمہوریت میں اسلام عوام کے رحم و کرم پر ہوگا۔ عوام خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر۔ اگر چاہیں گے تو اللہ کا کوئی حکم قانون بنے گا ورنہ نہیں۔ جمہوریت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ عوام کی مرضی کے خلاف اللہ کا کوئی حکم اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کا حکم ہے قانون بن جائے۔ اس لیے جمہوریت کفر ہے۔ کیوں کہ اس میں اسلام عوام کے تابع ہوتا ہے 'عوام اسلام کے تابع نہیں ہوتے۔ جب جمہوریت کی ذات ہی پلید ہے تو اس کے مشرقی یا مغربی ہونے سے اس کی ذات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ جہاں بھی ہو کفر ہی رہتی ہے۔ جیسے مسلمان ہے 'مشرق میں ہو یا مغرب میں' کافر کافر ہی ہے 'عرب میں ہو یا عجم میں۔ زنا جہاں بھی ہو 'جو بھی کرے 'زنا ہے۔ مسلمان کرے تو بھی زنا ہے' کافر کرے تو بھی زنا ہے۔ زنا جب مرد و عورت کے ناجائز جنسی تعلق کو کہتے ہیں تو یہ ناجائز تعلق جہاں بھی ہوگا زنا ہوگا اور حرام ہوگا۔ کفر جہاں بھی ہوگا کفر ہوگا۔ جمہوریت جہاں بھی ہوگی جمہوریت ہوگی اور اس کی حقیقت وہی ہوگی کہ حاکمیت عوام کی اس لیے کفر ہوگی۔ کیوں کہ حاکم اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ﴾

[الانعام: 6؛ 57]

اس میں شک نہیں کہ جمہوریت ہر جگہ کفر ہے 'لیکن مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی جمہوریت کفر نہیں کیوں کہ پاکستان کے دستور میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب جمہوریت عوام کی حاکمیت کی وجہ سے کفر ہے تو پاکستانی جمہوریت کفر کیسے نہیں؟ کیا پاکستان میں جمہوریت کا مطلب عوام کی حاکمیت نہیں؟ اگر پاکستان میں جمہوریت کا مطلب عوام کی حاکمیت ہی ہے تو پھر پاکستانی جمہوریت کفر کیوں نہیں؟ جمہوریت پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی جہاں بھی ہوگی کفر ہوگی۔ رہ گیا دستور میں حقیقی حاکم اللہ رب العالمین کو لکھنا تو اس سے پاکستانی جمہوریت کی حقیقت نہیں بدلتی۔ پاکستانی جمہوریت کفر ہی رہتی ہے۔ اس لیے دستور میں اس تحریر کا دھوکے کے سوا کوئی فائدہ

نہیں۔ دستور میں یہ لکھنا کہ حقیقی حاکم اللہ رب العالمین ہیں اور نظام جمہوریت کا چلانا جو کہ صریحاً کفر ہے ایسا ہی ہے جیسے کوئی لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ پڑھ کر شرک کرے۔ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه پڑھ کر شرک کرنے سے کیا شرک شرک نہیں رہتا؟ کیا شرک توحید بن جاتا ہے ؟ جیسے بسم اللہ پڑھنے سے حرام حلال نہیں ہوتا اسی طرح کلمہ پڑھنے سے شرک توحید نہیں بنتا۔ شرک شرک ہی رہتا ہے خواہ ہزار بار لا الٰہ الاَّ اللہ پڑھا جائے۔ حرام حرام ہی رہتا ہے خواہ جتنی مرضی بار بسم اللہ پڑھی جائے۔ توحید تو شرک مٹانے سے آتی ہے۔ صرف لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه پڑھنے سے نہیں آتی۔ جب جمہوریت کہتے ہی عوام کی حاکمیت کو ہیں جو صریحاً شرک ہے تو جمہوریت کبھی اسلام نہیں ہو سکتی۔ کفر کو اسلامی کہنا' اسلام سے مذاق کرنے والی بات ہے۔

اے ارکان اسمبلی!

آج آپ زندہ ہیں' اسمبلی کے ممبر ہیں' جمہوری نظام کے تحت آپ کی خوب چلتی ہے۔ کل جب آپ اللہ کے پاس جائیں گے تو کیا اللہ آپ سے نہیں پوچھے گا کہ جب زمین میری' آسمان میرا' مخلوق میری' راشن میرا' تو حکومت کیوں نہ میری۔۔۔ تمھاری کیوں؟۔۔۔۔ تمھیں میری مخلوق پر حکومت کرنے کا کیا حق تھا؟

﴿اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾[7:الاعراف:54] جس کی مخلوق اسی کی حکومت۔ تم نے اسلام کو نافذ کر کے میری حکومت کیوں نہ قائم کی؟ اپنی کیوں چلائی۔ آخر آپ کا جواب کیا ہوگا۔ اس لیے اے ارکان اسمبلی!۔۔۔ الحذر۔۔۔۔ الحذر۔۔۔۔ الحذر۔۔۔۔ اللہ سے ڈرو۔ پاکستان کو اپنی جمہوری جولاں گاہ بنا کر اللہ اور اس کے ملک پاکستان سے غداری نہ کرو۔ سیدھے ہو کر اسلام کے تابع ہو جاؤ۔ اللہ کی حکومت قائم کرو' ورنہ اللہ کی پکڑ دور نہیں۔ بھٹو کے انجام کو نہ بھولو۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆☆